www.novelsclubb.com
رعد
از قلم عشاء افضل
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

# رعد

## از قلم

## عشاء افضل

www.novelsclubb.com

رعد

از قلم عشاء افضل

قسط نمبر 16

○○○

بی ایس بی آئی کے احاطے میں واقع اس سرسبز و شاداب اور بے انتہا سبزہ زار کے مرکز باغ سے طمانیت کا احساس پھوٹتا تھا۔ پھولوں سے لدے درخت آج کل برف کی تہہ سے خالی تھے۔ گویا سردی نے انگڑائی لی تھی اور چند گھنٹوں کے لیے ہی سہی مگر موسم متوازن ہو چکا تھا۔ البتہ ہوائیں ابھی تک جسم میں برق لہر دوڑانے کی گستاخی سے مالا مال تھیں۔ انہی ٹھنڈی ہواؤں میں وہ زمین پہ اگی گھاس پہ بیٹھی غائب دماغی سے اس ننھی گھاس کو نوچ رہی تھی۔ سوچوں کا تانتا الجھن زدہ تھا۔ دماغ میں ان گنت مناظر رواں تھے۔ کئی پہلوؤں سے نبرد آزما وہ گویا اپنا ہی ضبط آزمانے کے درپے تھی کہ کسی کی بارعب آواز نے اس کا دھیان اپنی جانب کھینچا۔

اس نے گردن اٹھا کر نو وارد کو دیکھا۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس وہ شخص سنجیدہ مگر پر شوق نظروں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"کنزہ ابراہیم؟" سوال پوچھا گیا تھا مگر انداز سوالیہ نہ تھا۔ کنزہ نے گردن کو خم دیا گویا تصدیق کی ہو۔

"یقیناً مجھے پہچانا نہیں ہو گا ورنہ اب تک زمین سے کھڑی ہو جاتی۔" وہ شائستگی سے بولتے ہوئے آخر میں مسکرائے۔ کنزہ کچھ شرمندہ سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہلکے سبز رنگ کی سکرٹ جو ٹخنوں سے ذرا اونچی تھی وہ کچھ گرد آلود ہو چکی تھی۔ اس نے ہاتھ سے لباس پہ لگی مٹی جھاڑی تو زخم میں ٹیسیں اٹھیں جسے اس نے بمشکل ضبط کیا۔

"میں شاید آپ سے پہلی بار ملی ہوں۔" اپنے زخموں کی درد کو تھپکی دے کر حتی الامکان سلاتے اس نے مضبوط لہجے میں باور کروایا۔ تکلیف کو بڑی مہارت سے

چھپا لیا گیا تھا۔ چہرہ بغیر کسی الجھن واذیت کے تھا۔ شہروز بخت نے دلچسپی سے اس کے تاثرات ملاحظہ کیے۔

"خیر آپ کی ہوش میں باقاعدہ ملاقات شاید واقعی پہلی ہے۔مجھے امید تھی ابراہیم نے کم از کم میرے بارے میں کچھ تو بتایا ہوتا۔" ان کے انداز میں شکوہ تھا۔ کنزہ نے الجھن زدہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ یاد کرنے پہ بھی شناسائی کی رمق جاگنے سے قاصر تھی۔

"خیر میں شہروز بخت ہوں۔ کسی وقت میں یا شاید اچھے وقتوں میں ابراہیم کا بزنس پارٹنر بھی تھا۔" اس کی پیشانی پہ جگمگاتے ننھے قطروں کو دیکھتے اس کی حالت سمجھتے انہوں نے خود ہی تعارف کروا کر اس کی مشکل آسان کی۔

"اوہ مجھے بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ یقیناً یہ کافی پرانی بات ہو گی۔اسی لیے میرے علم میں نہیں۔ خیر میں اب بھی بزنس کے معاملات میں مداخلت نہیں

کرتی۔" وہ خوشگوار حیرت کے زیر اثر آتے بشاشت سے بولی تھی۔ آخر میں اپنی لاعلمی کا جواز بھی پیش کر دیا۔

"ہاں بزنس تو شاید حدید نامی لڑکا چلا رہا ہے۔" ان کے انداز میں عجیب سی سرد مہری اتری تھی۔

"وہ لڑکا نہیں ہے چونتیس سالہ مرد ہے۔" کنزہ نے بھی سرد لہجے سے دوبدو جواب دیا۔ وہ حدید کے بارے میں اس انداز سے بات بھی کیسے کر سکتے تھے؟ کم از کم کنزہ ابراہیم کی موجودگی میں نہیں کرنی چاہئے تھی۔

"میرا خیال ہے آپ کو برا لگ گیا۔" بنا ندامت ظاہر کیے وہ گہری جانچتی نظریں اس پہ جمائے اپنی رائے کا اظہار کرنا نہ بھولے۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" صرف مروت نبھانے کی کوشش تھی ورنہ اسے مقابل کا لہجہ اور الفاظ حقیقتاً پسند نہیں آئے تھے۔ شہروز بخت نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔ گویا کہنا چاہتے ہوں کہ الفاظ اور انداز میل تو نہیں کھا رہے۔

"میں بابا کو ہماری ملاقات سے ضرور مطلع کروں گی۔" زمین پہ پڑا اپنا بیگ اٹھاتے اس نے عجلت بھرے انداز میں کہا۔ گویا کہیں جانے کے لیے تاخیر ہو رہی ہو۔

"یہ آپ پہ منحصر ہے۔ ویسے یہ اتفاقیہ ملاقات تھی۔ میں اپنی بیٹی کو پک کرنے آیا تھا۔ وہ بھی اسی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے۔" انہوں نے اس کے ہر انداز پہ عقابی نگاہ جماتے کندھے اچکا کر کہا۔

"خوشی ہوئی جان کر۔ میں چلتی ہوں۔ میری کلاس کا وقت ہو گیا ہے۔" بے رغبتی سے کہتے وہ جانے کو پر تولنے لگی۔ کنزہ کے چہرے پہ ہمہ وقت قائم رہنے والی معصومیت اس وقت بھی عیاں تھی۔ ایک پل کو شہروز بخت کو اس لڑکی پہ ترس آیا۔ کنزہ کی بات کے جواب میں انہوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ کنزہ بغیر لڑکھڑائے تیزی سے وہاں سے غائب ہو گئی۔ شہروز کی پیشانی پہ سلوٹیں پڑیں۔ چند لمحے قبل والی ہمدردی کی جگہ سرد مہری نے لے لی۔ انہوں نے فوری ایک نمبر پہ کال ملائی۔

www.novelsclubb.com

"یہ کیسی ٹکر ماری ہے تم نے کہ وہ لڑکی صحیح سلامت اپنی یونیورسٹی میں بیٹھی کلاسز لے رہی ہے۔" لہجے کے ساتھ ان کے الفاظ بھی ہلا کر رکھ دینے والے تھے۔اس قدر سفاکی پہ آسمان نے افسوس ظاہر کیا۔فضائیں ان کو چھوئے بغیر گزر گئیں۔ انہیں خود کو بے حسی سے بچانا تھا۔

"باس آپ نے کہا تھا وہ لڑکی زندہ رہنی چاہئے۔" مقابل مسمسی انداز میں گویا ہوا۔

"لیکن حادثہ شدید ہونا چاہئے تھا۔کم از کم ٹانگ یا بازو تو ٹوٹتا۔" اپنے منصوبے کی ناکامی پہ وہ سخت کبیدہ خاطر دکھ رہے تھے۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ماتحت کا جبڑہ توڑ دیں۔

www.novelsclubb.com

"آئندہ خیال رکھوں گا۔" حکم کے غلام نے تابعداری سے ایک موقع مانگا۔

"بھاڑ میں گیا آئندہ۔ تمہیں لگتا ہے میں بار بار اس پہ حملے کروا کر اپنا آپ مشکوک کرواوں گا۔" طیش زدہ لہجے میں کہتے انہوں نے ٹھک سے فون بند کیا۔پھر گہرا

سانس بھر کر اپنے تاثرات کو درست کرنے کی کوشش کی۔اتنی ہی دیر میں ان کی سماعت میں ریجا کی آواز گھسی۔

"بابا!"آواز ان کے پیچھے سے آئی تھی۔ان کے چہرے کے زاویے اپنے آپ ہی درست ہوئے۔وہ مڑے تو چہرے پہ شادابی جھلکی۔فضاؤں نے حیرت زدہ ان کے بدلتے تاثرات دیکھے۔

"کیسی رہیں کلاسز؟"اس کو خود سے لگاتے انہوں نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔اپنی بیٹی میں ان کی جان بستی تھی۔اور دوسروں کی بیٹیاں؟کیا ان کے لیے انسانیت بھی موجود تھی؟

www.novelsclubb.com

"وہ تو ٹھیک تھیں۔لیکن میں نے کہا تھا کہ مجھے یہ پک اینڈ ڈراپ دینا بند کریں۔بہت ہی ممی ڈیڈی محسوس ہوتا ہے۔"جوابا ریجا کچھ خفگی سے باپ سے الگ ہوئی۔

"جو حکم میری جان کا۔ لیکن ابھی ہمیں ائیر پورٹ کے لیے نکلنا ہے نا"اس کی چھوٹی سی ناک پہ دھرا چشمہ درست کرتے انہوں نے جواز بتایا کجا کہ بیٹی ناراض ہی ہو جائے۔

"ہائے میں کیسے بھول گئی کہ آج ماما واپس آرہی ہیں۔"اپنے سر پہ ہاتھ مارتے وہ گویا اپنی عقل پہ ماتم کناں ہوئی۔

"میں نازش سے تمہاری شکایت کروں گا۔"انہوں نے مسکرا کر دھمکی دیتے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔

"میں ماما کو منالوں گی۔ بلکہ آپ کی شکایت لگادوں گی کہ آپ جرمن عورتوں کو لفٹ کروانے لگے ہیں۔"وہ بڑے سنسنی خیز لہجے میں وثوق سے بولی۔ جواباً شہروز کا قہقہہ بے ساختہ ابھرا۔ ریجا نے منہ پھولائے باپ کو دیکھا۔ اسے علم تھا کہ اس کا باپ کیوں ہنسا۔ اس نے مصنوعی خفگی سے چہرہ موڑا۔ دوسری طرف شہروز کے چہرے پہ فخر و مان جھلکا۔ وہ جانتے تھے کہ ان کی بیوی اس بات پہ کبھی یقین نہیں

کریں گیں کہ ان کا شوہر بیوفائی کر سکتا ہے۔ یہ اعتماد انہوں نے سالوں کی ریاضت سے کمایا تھا۔

☆☆☆

یہ ایک پر تعیش ہوٹل کا منظر تھا۔ جہاں کرسیوں پہ بیٹھے نفوس کا پہناوا ہی ان کے اعلی ترین بلکہ خاص الخاص امیر ترین خاندانوں سے ہونے کا ثبوت تھا۔ مناسب فاصلہ رکھتے تمام ٹیبلز بڑی نفاست سے ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ ان کے گرد کرسیوں کی تعداد بھی تقریبا ایک جیسی ہی تھی۔ ویٹرز ہاتھوں میں مینیو کارڈ پکڑے ادھر سے ادھر جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ کچھ کے ہاتھ میں لذیذ پکوان تھے جو وہ اپنے کسٹمرز کو سرو کر رہے تھے۔ ایک ویٹر نے ان کے ٹیبل پہ لزانیہ سے پر پلیٹ رکھی۔ ایک پل کو بھاپ اڑاتا لزانیہ دیکھنے کے بعد وہ واپس اپنے سامنے والی کرسی پہ بیٹھی لڑکی سے مخاطب ہوئی۔

"تم نے دیکھا کہ وہ نئ آئی لڑکی کیسے چھا رہی ہے۔"

www.novelsclubb.com

اس نے اپنی آواز قدرے دھیمی کر لی تھی تاکہ ارد گرد لوگ ان کی چغلیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ آہ یہ خواتین اور ان کے گوسپس!

"کون؟ کس کی بات کر رہی ہو؟" اپنے فون پہ مگن آئزل نے سرسری سا پوچھا۔

"ارے وہی سنہری بالوں والی۔۔۔ نور" لڑکی نے آج کے چغلی موضوع کا تعارف کروایا تو آئزل نے سخت ناپسندیدہ نگاہ اس پہ ڈالی۔ ساتھ ہی فون کو زور سے ٹیبل پہ پٹخا جو بیچارا نہ ہونے والے قصور کی زد میں آکر ملامت کا شکار ہوا تھا۔

"چار دن کی چاندنی ہوتی ہے۔ پھر وہی اندھیری رات۔ بھلا یہ ٹک ٹاکرز فلموں میں نام کمائیں گیں؟" اس کے انداز میں حقارت نمایاں تھی۔ وہ یہ بھی بھول گئی کہ خود بھی وہ ٹک ٹاک سے ہی منسلک تھی۔ نور کا ذکر اسے جلتے کوئلوں پہ ڈالتا تھا۔ اس کا بس چلتا تو اسے غائب کروا دیتی۔ اسے ہمیشہ سے ان لوگوں سے حسد ہوتا تھا جو دنوں میں بلندی کے زینے چڑھتے۔ شاید وہ مقابلہ بازی پہ اتر آتی تھی۔ اسی لیے اپنی کامیابی تو کہیں مٹی کے ڈھیر تلے دب کر رہ جاتی تھی۔ اس وقت بھی وہ اندیکھی

آگ میں جھلسی گئی تھی۔

"مانو یا نہ مانو مگر اس لڑکی میں واقعی کچھ ہے۔ دنوں میں آسمان تک پہنچی ہے۔" مقابل اس کی اندرونی حالت و جبلت سے یکسر بے خبر اپنے ہی ہانکنے میں مگن تھی۔ اگر اس کے اندرونی ہیجان سے واقفیت مل جاتی تو لب سی کر بیٹھ جاتی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ جو انسان پہلے ہی کسی سے حد درجہ اکتایا ہو اس کی شان میں پڑھے جانے والے قصیدے اسے اس شخص سے مزید متنفر و بدگمان کر دیتے ہیں۔ ایسے انسان کے سامنے موضوع سخن چنتے وقت احتیاط برتنا لازم و ملزوم ہونا چاہئے۔

"دنوں میں زمین تک بھی پہنچ جائے گی۔" شیطانی مسکراہٹ نے لپ سٹک سے سجے ہونٹوں کا احاطہ کیا۔ اس نے اک ادا سے اپنے ڈائی شدہ بالوں کو جھٹکا۔

"کیا مطلب؟" لزانیہ کو اپنی پلیٹ میں منتقل کرتے وہ تجسس سے مستفسر ہوئی۔

لڑکیاں ہوں اور لڑکیوں کی باتیں ہو۔

تجسس نہ ہو، عداوت نہ ہو۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ایسا بھی منظر موجود ہو۔ کہاں ہو؟

"ارے ایسی لڑکیاں اپنی خوبصورتی سے امیر مردوں کو ٹریپ کر کے مکمل طور پہ دولت کے پیچھے ہوتی ہیں۔ گولڈ ڈگر یونو"اس نے قدرے آگے کو جھکتے اپنے اندر کی کڑواہٹ نکالی۔اس کے سرجری کی زد میں آئے گال بھی حقارت کی شدت سے تمتما کر اس فعل پہ اس کا ساتھ دینے لگے۔

"عورت کی خوبصورتی اور ادائیں ہی تو مرد کی کمزوری ہے۔" مقابل نے گویا دنیا میں رائج اصولوں میں سے ایک کا پول کھولا۔

"کیا ہوا گر ایسی لڑکیوں پہ سکینڈل بن جائے؟"اب کہ آئزل کے اندر کا شیطان مزید حاوی ہوا۔اس نے ایک نظر اپنے فون پہ ڈالی جس میں نور کی زندگی عذاب کرنے والا مواد موجود تھا۔

"ارے وہ زمانہ گیا جب لڑکی پہ سکینڈل بنتا تھا تو وہ چھپ کر بیٹھ جاتی تھی اور اس کا کیریئر ختم ہو جاتا تھا۔ساتھ ہی خاندان میں بدنامی اضافی ہوتی تھی۔ پھر ایسی

لڑکیوں کے رشتے نہیں ہوتے تھے۔ عزیز و اقارب اور دوست انہیں حقارت سے دیکھتے تھے اور وہ مایوسی میں جکڑیں دنیا میں ہوتے ہوئے بھی گمنام ہو جاتی تھیں۔ اب تو سکینڈل والی لڑکیاں زیادہ جلدی شہرت پاتی ہیں۔ چار دن میں لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس عورت کا کسی سے ناجائز تعلق تھا یا اس کی نازیبا ویڈیوز یا تصاویر لیک ہوئی تھیں۔ خاندان والوں کو بھی علم ہوتا ہے کہ اب تو یہ مزید عروج پائے گی۔ بلکہ یہ سوشل میڈیا اسٹارز تو خود اپنی ذات پہ سکینڈلز بنواتے ہیں تاکہ جلدی مشہور ہو سکیں۔ سکینڈلز تو ان کو زینہ مہیا کرتے ہیں۔ وہ سنا نہیں بدنام ہونگے تو کیا نام نہ ہو گا۔" وہ لڑکی بولنا شروع ہوئی تو حقائق کی ایسی پٹاری کھولی کہ آئزل کے اندر سنسناہٹ رینگی۔

www.novelsclubb.com

اس نہج پہ تو اس نے اپنی سوچوں کو دوڑایا ہی نہیں تھا۔ اب اسے اندازہ ہوا کہ وہ تو اس کی تشہیر کر کے مزید اپنے سر خاک ڈالنے کا سوچ بیٹھی تھی۔ دماغ میں چلتے


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

منصوبے پہ از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت پیش آئی۔ نئ چال سوچتے اس کے ذہن کو مقابل نے دوبارہ اپنے الفاظ سے راہ بدلنے کی تجویز دی۔

"تم نے دیکھا نہیں آج کے دور میں تو موت بھی مشہور ہونے کا ایک عمل بن چکی ہے۔ یہاں آپ مرے اور خاص طور پہ کسی عجیب سے انداز میں مرے۔ مثلاً قتل ہو گیا یا مہینوں بند رہنے والے اپارٹمنٹ سے آپ کی لاش برآمد ہوئی۔ تو دیکھیں چٹکیوں میں پوری دنیا آپ کو جان جائے گی۔ مگر افسوس! مرنے والا اس شہرت سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہتا۔" مقابل بیٹھی لڑکی کے تلخ حقائق بیان کرنے پہ آئزل کے اندر چھائی ساری شیطانیت منہدم ہوئی۔ ایسی بری اور وحشت ناک موت؟

اس نے جھرجھری لی۔ سردی میں بھی اس کے پسینے چھوٹ گئے۔ اس نے ٹشو تھام کر اپنی پیشانی پہ آئی بوندوں کو صاف کیا۔

"لزانیہ کھاو۔ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" مقابل کی بات پہ اس نے سر جھٹکا۔ ساتھ ہی اپنے پلان پہ فاتحہ پڑھی۔ قبیح اعمال نہ اس دنیا میں پیچھا چھوڑتے ہیں نہ ہی آخرت میں چھوڑیں گے۔ اپنے اعمال ناموں کو گناہوں سے آلودہ کرنے سے قبل اگر ہم لذتوں کو ختم کر دینے والی اپنی موت کو یاد کر لیں تو خاطر خواہ نتیجہ بر آمد ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

وہ وقت سے پہلے کلاس میں داخل ہوئی۔ انداز میں عجلت نمایاں تھی۔ بابا کو جاننے والا انسان اچھا معلوم نہ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ تھا۔ کچھ شیطانی، کچھ مکروہ، کچھ ناپاک سا۔

کنزہ ابراہیم لوگوں سے نکلنے والی مثبت اور منفی شعاعیں بخوبی جانچ لیتی تھی۔ اور چند پل پہلے ملاوہ شخص انہی لوگوں میں شامل معلوم ہو رہا تھا جن میں وہ اردل یوسفزئی کا شمار کر چکی تھی۔ کہیں نا کہیں وہ سرمئی آنکھوں والا بھی اچھا انسان نہ لگا تھا۔ قبل

اس کے کہ وہ منفی لوگوں کو مزید سوچتی صوفیا کی آواز نے اس کے دماغ میں چلتے بھنور کو تھام کر روکا۔

"تم کہاں تھی کنزی؟ تمہاری پریزینٹیشن تھی یار" اس نے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا اور پھر گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

"طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔" بیگ کو کرسی پہ رکھتے وہ خود بھی نشست پہ براجمان ہوئی۔ اسے کسی کو بھی اپنے ساتھ ہوا حادثہ سنا کر دوبارہ اس تکلیف سے نہیں گزرنا تھا۔ سو بات ٹالنے میں ہی عافیت جانی۔

"لیکن تمہارا کزن اتنا پریشان کیوں تھا؟ جیسے تم لاپتہ ہو گئی ہو۔ وہ یوں تمہیں تلاش کر رہا تھا گویا پوری یونیورسٹی کھنگال دے گا۔" اس کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کر وہ خود بھی بیٹھ چکی تھی اور اب اپنے نادر خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟" کنزہ یک دم سیدھی ہوئی۔

ایک پل کو خیال آیا کہ وہ حدید ہو گا۔ہاں وہ حدید ہی ہو گا جو اس کو ڈھونڈتے ہوئے ہر حد پار کر جائے گا۔

"تمہارا وہ ممی ڈیڈی کزن آیا تھا۔کیا نام تھا اس کا؟"صوفیا نے اپنی یادداشت کی نگہداشت کو کھنگالنا چاہا۔

"افان کی بات کر رہی ہو؟"صوفیا کے جملے پہ وہ اتنا تو جان ہی گئی کہ کم از کم وہ شخص حدید نہیں تھا۔

"ہاں ہاں وہی پیارا لڑکا"

وہ پر جوش سی ہوئی۔

"بہت پریشان لگ رہا تھا۔یقین جانو مجھے اس کی آنکھوں میں اتنی بے چینی دکھی کہ میں دنگ رہ گئی۔وہ اس حدید سے بہت بہتر اور سویٹ ہے۔"اس کی حالت سے یکسر بے خبر وہ افان کی مدح سرائی میں گویا ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"بس تھوڑا سا ممی ڈیڈی ہے یو نو۔ مگر سچ بتاؤں تو وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔" اپنا مکمل تجزیہ بیان کرتے اس نے آخر میں کنزہ کا چہرہ دیکھا جو مرجھایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

"وہ مجھے ناپسند کیوں کرے گا؟" بیگ سے نوٹس نکالتے اس نے سرسری سا کہا۔

"تم سمجھ نہیں رہی ہو کنزی! وہ تمہیں دوسرے والا پسند کرتا ہے۔" صوفیا نے گویا اس کی عقل پہ فاتحہ پڑھی۔

"یہ پسند کی بھی اقسام ہوتی ہیں کیا؟" صوفیا کے انداز و الفاظ پہ اس کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

"بالکل ہوتی ہیں۔ تم اسے ویسے پسند کرتی ہو جیسے ایک انسان اپنے دوست کو پسند کرتا ہے مگر وہ تمہیں ایسے پسند کرتا ہے جیسے تم حدید کو پسند کرتی ہو۔" وہ عام سے انداز میں کہہ رہی تھی جیسے ایک دوست کو ریاضی کا کوئی سوال سمجھ میں نہ آ رہا ہو اور دوسرا دوست چٹ پٹ حل کر کے کہے کہ دیکھو یہ اتنا سہل تھا۔ مگر کنزہ ابراہیم کو لگا کہ اس کا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے فوراً سے پیشتر انکار کیا۔ وہ اقرار کرنے کی مرتکب نہیں ہو سکتی تھی۔

"کیا تم حدید کو ویسا پسند نہیں کرتی؟" کنزہ کی بھوری آنکھوں میں دیکھتے وہ مستفسر ہوئی۔ حالانکہ اس سوال کا جواب تو وہ کنزہ کی آنکھوں میں ہی پڑھ چکی تھی۔ اور کافی عرصہ پہلے ہی پڑھ چکی تھی۔ کنزہ کی بھوری آنکھوں میں ہمیشہ حدید کا عکس دکھتا تھا۔ صوفیا کے سوال پہ وہ خاموش رہی۔ جس کی آنکھیں بول رہی ہوں وہ اپنے الفاظ کیوں ضائع کرے۔

"یا تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ افان تمہیں ویسے پسند نہیں کرتا جیسے تم حدید کو پسند کرتی ہو۔" اس کی خاموشی پہ وہ مزید گویا ہوئی۔

"میں حدید کو اتنا پسند نہیں کرتی جتنا افان کو پسند کرتی ہوں۔" کچھ لمحات کے توقف کے بعد وہ بولی تو اب حیران ہونے کی باری صوفیا کی تھی۔ وہ ششدر رہی تو رہ گئی۔ کچھ کہنے کے لیے لب وا کرنے چاہے مگر کنزہ نے سلسلہ کلام جوڑے رکھا۔

"لیکن مجھے حدید سے محبت ہے۔وہ محبت جس میں عمر بھر کا ساتھ چاہئے ہوتا ہے۔ ہمیشہ ایک دوسرے کا کاندھا حاضر ہوتا ہے۔ جس میں ایک ساتھ سپنے بنے جاتے ہیں۔ایک دوسرے کی ہمراہی میں ہر عروج وزوال کو پار کیا جاتا ہے۔مجھے حدید سے وہ خاص محبت ہے جو میں نے زندگی میں کسی سے نہیں کی۔اور نہ کبھی کر سکوں گی۔"حدید کو دل ودماغ میں بسائے اپنی کھلی آنکھوں سے اس کا چہرہ تخیل میں لائے وہ اتنی یکسوئی سے بولی کہ کلاس کی ہر شے نے دم سادھ لیا۔صوفیا کا سانس سینے میں ہی دھنسارہ گیا۔اس لڑکی کی محبت خاص الخاص اور نایاب تھی۔

"کیا وہ بھی تمہیں چاہتا ہے؟" کئی لمحات گزشتہ الفاظ پہ نذر کرنے کے بعد اس نے کسی اندیشے کے پیش نظر استفسار کیا۔

"وہ ایک بند کتاب ہے صوفیا! میرے لاکھ چاہنے پہ بھی کبھی اس نے مجھے ایک صفحہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں دی۔"آزردگی،رنجیدگی،بے بسی،بے کلی کی

www.novelsclubb.com



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ساری کیفیات ایک ساتھ اس پہ وارد ہوتے اس کے الفاظ کو گھائل کر گئیں۔

مقابل بیٹھے وجود نے اس کا زخم خوردہ لہجہ بڑی شدت سے محسوس کیا۔

"شاید وہ چاہتا ہو کہ تم سے شادی کرنے کے بعد وہ تم پہ عیاں ہو۔" تسلی دینے کی چاہ تھی۔ مگر مقابل کو سچائی سے الفت تھی۔

"شادی؟" وہ ہنسی۔ کھوکھلی، بے ربط، دلسوز، طلاطم خیز ہنسی!

"ایسے کیوں ہنس رہی ہو؟" اس کے چہرے کی بجھتی جوت پہ یہ ہنسی قیامت ڈھا رہی تھی۔ صوفیا کا پریشان ہونا یقینی تھا۔

"کیسے ہنس رہی ہوں؟" کھوکھلی ہنسی پل بھر میں ہی غائب بھی ہو گئی۔ اس نے چہرہ اٹھاتے دلگرفتی سے پوچھا۔

"جیسے تم اپنے جذبات پہ تمسخر کر رہی ہو۔" وہ کسی کیفیت کے زیر اثر بولی۔

"کیا نہیں کر رہی؟" وہ سچ میں خود کا مذاق بنا رہی تھی۔ یا شاید اپنے جذبات کے مذاق بن جانے پہ افسوس کر رہی تھی۔ کئی لمحات خاموشی کی نذر ہو گئے۔ پھر کلاس میں صوفیا کی آواز نے انتشار برپا کیا۔

"تمہارے نزدیک حدید کیا ہے؟" وہ بہت سنجیدگی سے مستفسر تھی۔ اتنی پیاری دوست کی تکلیف اسے رنج والم میں مبتلا کر رہی تھی۔

"ایک مسلسل سراب جس کے پیچھے میں اتنا بھاگی ہوں کہ میرے پاؤں شل ہو چکے ہیں۔" کنزہ نے بغیر توقف کیے واضح کیا۔ کہ حدید عالم کی منزل بننے کے لیے اس نے اپنے پاؤں زخمی کر لیے ہیں۔ مگر مقابل پہ اس کا کوئی اثر نہیں تھا۔ صوفیا کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ اگلے کئی پل خاموشی کی دبیز تہہ دوبارہ ساری فضا میں چھا کر ماحول کو سوگوار بنا گئی۔ وہ واپس چہرہ جھکائے نوٹس کے صفحے آگے پیچھے کرنے لگی۔ کئی لمحات بعد دوبارہ صوفیا کی پکار آئی۔

"کنزی!"

www.novelsclubb.com

"ہوں"

"کیا معلوم وہ ابھی اپنے جذبات بیان نہ کرنا چاہتا ہو۔اور تم اتنی منفی کیسے ہو گئی ہو؟ تم سے تو مثبت شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ایسی جو اپنے ارد گرد کی ہر شے کو منور کر دیتی ہیں۔تم ایک بہترین قلب کی لڑکی ہو جو اپنے آپ میں یکتا اور نایاب ہے۔تم دلوں کو موم کر دینے والا ساز ہو۔تم موسیقی کی وہ دھن ہو جو سب کو سحر میں جکڑ لیتی ہے۔کوئی تم سے بے رخی کیسے برت سکتا ہے کنزی؟"اس نے الفاظ کا سلسلہ جوڑا تو ایسا ربط قائم ہوا کہ منظر نامے کی ہر شے نے سماعت کو اس کلام سے مزین کیا۔کسی کو اس کی خوبیاں بتا کر آپ اسے کچھ پل کے لیے ہی سہی مگر ناامیدی کی اسیری سے نجات دلا سکتے ہیں۔اس نے بھی یہی حربہ آزمانے کی کوشش کی۔

"محبوب بے نیاز ہوتے ہیں۔"نوٹس کے ایک صفحے پہ لکیریں کھینچتے وہ دلگرفتی سے بولی۔

"اونہوں۔۔۔یہ اکیسویں صدی ہے کنزی! یہاں محبوب سب جانتے ہوتے ہیں۔ اور بے نیازی کا ڈھکوسلا کرتے ہیں۔" صوفیا نے اس کا جواز رد کیا۔اس ڈیجیٹل دور میں اسے محبوب کی معصومیت سے خاصا اختلاف تھا۔

"تم کہنا چاہتی ہو کہ اداکاری کرتے ہیں۔" پل بھر کو مخروطی انگلیوں نے سکینت اختیار کی پھر دوبارہ اپنے سابقہ کام میں ملوث ہو گئیں۔

"بالکل۔لوگ کہتے ہیں کہ عورت اپنے اوپر پڑنے والی ہر نظر کو پہچان لیتی ہے۔"

"درست کہتے ہیں۔" کنزہ کو اعتراض نہ تھا۔جانے پھر بھی وہ اب تک افان کی نظروں سے لاعلم کیوں تھی؟اس نے سر جھٹکا۔

"ہاں لیکن ایک بات کبھی نہیں کرتے۔" صوفیا نے بات کو آگے بڑھانے سے قبل تجسس پیدا کیا تو کنزہ نے فہمائشی نگاہوں سے اسے دیکھا۔جیسے اسے بقیہ الفاظ سننے کی چاہ ہوئی ہو۔

www.novelsclubb.com

"مرد بھی جانتا ہوتا ہے کہ کونسی عورت اسے کس نگاہ سے دیکھتی ہے۔" اس نے اپنا تجزیہ واضح کیا۔

"میں جانتی ہوں، وہ جانتا ہے۔" یوں بتایا گویا کوئی اچنبھے کی بات نہ ہو۔ کھلے بالوں کو سمیٹ کر کندھے سے ہٹایا تو کانوں میں موجود موتی واضح ہوئے۔ ان کی چمک پہ نظر ڈال کر صوفیا نے نگاہ ہٹائی۔

"اور پھر بھی تم اس انتظار میں ہو کہ وہ اقرار کرے؟" وہ چونک کر اپنا سوال داغ گئی۔

"عورت لاکھ بولڈ ہو۔ اظہار محبت، اظہار پسندیدگی میں ہمیشہ مرد سے ہی پہل کی توقع رکھتی ہے۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"کتنی احمقانہ سوچ ہے۔" اسے اس نظریے سے انحراف ہوا۔ اس کے نزدیک تو جسے محبت ہو جائے وہ اظہار کر دے۔ جنس کی تفریق ہی کیوں ہو؟

"جانتی ہو ہم مشرقی لڑکیاں بہت نازک دل رکھتی ہیں۔ایک بار جس سے محبت ہو جائے پھر پوری عمران کو دل کے ایک بڑے خانے میں قیام پذیر کرتی ہیں۔اپنی محبت کو جذبات کی غذا دے دے کر اس کی نشوونما کرتی ہیں۔پھر جب وہ محبت اپنے پنجے گاڑ لے تو مقابل سے اظہار محبت کی متلاشی بن جاتی ہیں۔" وہ بے بسی کی آخری سرحد پہ تھی۔آگے کھائی تھی جو اسے نگلنے کو تیار تھی۔ مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔وہ بینائی رکھتے ہوئے بھی نابینا بنی ہوئی تھی۔

"یہ غلط ہے کنزی! یا تو دل میں محبت کو اتنی پروان نہ چڑھاو۔یا اظہار محبت کر دو۔ جواباً اقرار ملے یا انکار قبول کر لو۔" وہ کنزہ کی سوچ سے خائف ہوئی۔

"یہ کہنے کی باتیں ہوتی ہیں۔قصے کہانیوں کی سو کالڈ ہیروئینز اپنی انا کے زعم میں محبت سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔اصل زندگی میں ایسا نہیں ہوتا۔ہم لڑکیاں پہلی محبت اور دھتکار کو پوری عمر نہیں بھولتیں۔"اس کے الفاظ تھے یا صور۔صوفیا لاجواب ہوئی۔

بی ایس بی آئی کے بزنس ڈیپارٹمنٹ کی اس کلاس میں بیٹھی بھوری آنکھوں والی لڑکی کو دیکھ کر آسمان نے اس کی قسمت پر افسوس کیا۔

☆☆☆

وہ پچھلے چند روز سے تایا کے گھر ہی رہائش پذیر تھا۔ کنزہ اس حادثے کے بعد سے مسلسل خاموش تھی۔ حدید دوبارہ نہیں آیا تھا۔ ابراہیم تایا بھی کسی اہم معاملے کے سلسلے میں مصروف تھے تو اسے محسوس ہوا کہ مزید وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ لاکھ باہر کے ملک کا ماحول سہی لیکن اندر سے وہ مشرقی ہی ہیں خاص طور پہ کنزہ۔ اس لیے بنا گردو پیش وہ واپس اپنے گھر لوٹ آیا۔ اپنا گھر؟ کیا واقعی وہ گھر اب اپنا رہ گیا تھا؟

گاڑی سے اتر کر اس نے ایک گہرا سانس بھرا۔ اندر جانے سے بہتر اسے دوبارہ واپس جانا لگا۔ اس کا دل چاہا وہ کسی ہوٹل میں قیام کر لے۔ لیکن اس کے لیے بھی اسے اپنا کچھ ضروری سامان درکار تھا۔ لہذا کافی دیر باہر کھڑے رہنے کے بعد اس

نے ہمت مجتمع کرتے دروازے کو کھولا۔اس کا ارادہ سیدھا اپنے کمرے میں جانے کا تھا مگر اسے گھر میں داخل ہوتا دیکھ ہی وہ خاتون جلد بازی سے آگے بڑھ آئیں۔

"بیٹا پلیز میری وجہ سے اپنا گھر مت چھوڑو۔"پینتالیس پچاس سال کے درمیان کی عمر کی وہ خاتون التجائیہ ہوئیں۔

انہیں غالبا یہ اندیشہ تھا کہ وہ دوبارہ جانے کے لیے آیا ہے۔اور ان کا اندیشہ درست بھی تھا۔

"میرے راستے سے پیچھے ہٹیں۔"افان سخت کبیدہ خاطر ہوتے کر خنگی سے بولا۔

مگر مقابل خاتون اس کے جذبات سے آشنائی رکھنے کے باعث اس عمل پہ طیش میں آنے کی بجائے مزید منت آمیز انداز میں گویا ہوئیں۔

"میں نے تمہاری ماں کی جگہ نہیں لی۔نہ کبھی لے سکتی ہوں۔پلیز یہ سب مجبوری۔۔۔"

"آئی ایم سک آف دس مجبوری" وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔ کنپٹی کی ہری ہری رگیں پھڑ پھڑاتے ہوئے ظاہر ہونے لگی تھیں۔ ہاتھوں کو مٹھی کی صورت بند کیے وہ ضبط کے آخری مقام پہ کھڑا تھا۔

"مجھے بیو قوف مت سمجھیں۔ آپ جیسی عورتیں دولت کی خاطر کسی کی بھی زندگی میں داخل ہو سکتی ہیں۔۔۔۔" کڑواہٹ بھرے الفاظ کا جال پھینکتے اس نے اپنے اندر کی تلخی کی بوچھاڑ کی مگر باہر سے آتے مراد نے جیسے اس کی زبان کو قفل لگا یا۔

"افان"

آواز بلند تھی مگر لہجہ سرد نہ تھا۔ یوں جیسے بے بسی پنہاں ہو۔ جیسے مان ٹوٹ جانے کا زخم لگا ہو۔

"ان سے کہیں آئندہ میرے راستے میں مت آئیں۔ لحاظ نہیں کروں گا۔" سرخ ڈوروں سی مزین آنکھوں سے باپ کو دیکھتے اس نے گویا دھمکی دی۔ اس کا چہرہ

خطرناک حد تک سرخ پڑ چکا تھا۔ سانس اعتدال پہ نہ تھا۔ مراد کے دل کو پشیمانی نے آن گھیرا۔

"تمہیں کس نے کہا ہے کہ تم انہیں ماں کی جگہ دو۔" تحمل سے اس کے وار سہتے وہ کچھ قریب آ کر بولے۔

"ان سے نکاح کر کے آپ انہیں کونسا مقام دے کر لائے ہیں؟ بتائیں۔" وہ تمسخرانہ انداز سے بولا۔ البتہ لہجہ گھائل تھا۔ اسے باپ سے اس فعل کی توقع نہ تھی۔

"میں سب کلئیر کرنے کا خواہاں ہوں اگر تم تسلی سے بیٹھ کر سننا چاہو۔" انہوں نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے نرم اور سمجھانے والے انداز میں فقرہ مکمل کیا۔ یا شاید قائل کرنے کی ناکام سعی کی۔

"بس کر دیں۔ اپنی خواہشات کو مجبوری کہہ کر مجھے گمراہ مت کریں۔ اگر محبت ہو ہی گئی اور شادی کر ہی لی تو مرد بن کر اسے قبول بھی کریں۔ مجھ سے مکر کیوں

کرتے ہیں؟" ان کا ہاتھ جھٹکتے وہ تنفر سے پیچھے ہٹا۔ مراد کے دل میں درد اٹھا۔ بیٹا، باپ کو جھٹک دے تو باپ بے سہارا ہو جاتا ہے۔ وہ بھی ہو گئے تھے۔

"تمہیں سمجھانا بیکار ہے۔" وہ نفی میں سر ہلاتے اس سے چند قدم پیچھے ہٹے۔ چہرے پہ حزن کی گہری پرچھائی نقش تھی۔

"آپ کے نزدیک تو میں بھی بیکار ہی ہوں۔ کیا فرق پڑتا ہے؟" خود پہ تمسخر کرتے وہ اندر بڑھ گیا۔ پیچھے رہ جانے والے دونوں نفوس کے قلب گہری پشیمانی کے زیر اثر مغلوب ہوئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے نظریں چرائیں۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

اسے ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے کچھ پرہیز بتائے جن کو وہ سراسر نظر انداز کرتی رہی لیکن عائشہ نے من و عن سب سنے۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ زخرف کی باری پہ وہ اپنی ساری طبیعات بھول چکی ہیں۔

اس وقت وہ دونوں حدید کے اسی اپارٹمنٹ میں موجود تھیں۔زخرف نے یوں ظاہر کیا گویا اسے یہاں آنا عجیب یا منفرد نہ لگا۔وہ عام سے انداز میں آئی تھی۔حدید سے دوبارہ اس کی کوئی ملاقات نہ ہوئی تھی۔اور وہ اس کی خواہشمند بھی نہ تھی۔

اس نے ڈریسنگ کے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔آرام دہ ٹراوزر شرٹ میں ملبوس اس کی رنگت کچھ زردی مائل دکھ رہی تھی۔آنکھوں کے نیچے سیاہی بھی آن وارد ہوئی تھی۔ابرو کی تراش خراش بھی نئے سرے سے کرنے کی ضرورت درکار تھی۔دو سے تین دن میں ہی وہ مرجھائے گلاب کی سی ہو گئی تھی۔اس نے قدرے آگے کو جھک کر گردن پہ موجود نشان دیکھا۔ایک شبیہہ پورے زور سے دماغ کے پردے پہ لہرائی۔اس کے لب بھینچے گئے۔گہرا سانس فضا کے سپرد کرتے وہ بستر پہ آکر بیٹھ گئی۔پھر سائیڈ ٹیبل پہ موجود ادویات دیکھیں۔کتنی شدید چڑ تھی اسے ادویات سے۔عائشہ کہا کرتی تھیں کہ وہ اذیت پسند ہے۔جب تک برداشت جواب نہ دے جائے وہ دوا کو ہاتھ نہیں لگاتی تھی۔اور اس بار تو اس کے جسم میں عجیب سی

www.novelsclubb.com

تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں۔ پہلی بار وہ بغیر کسی کے کہے خود وقت پہ ادویات لے رہی تھی۔

دکھتے جسم کے ساتھ وہ کچن میں آئی۔ عین اسی لمحے اس کی سماعت میں وہ خوش باش وپر مسرت مان جتاتا فقرہ گونجا۔

**("میری بیوی کا گھر ہے۔جدھر مرضی جاؤں۔")**

گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔اس کی یاد آرہی تھی۔ بہت آرہی تھی۔دل غمگیں ہو رہا تھا۔بے حد ہو رہا تھا۔آنکھیں آبدیدہ ہو چکی تھیں۔عکس دھندلا ہو رہا تھا۔ تخیل اس کی شبیہہ دکھا رہا تھا۔اس کے اندر کی کمزور عورت ٹوٹ رہی تھی۔

اس نے لمحے کا توقف لیا پھر دل کو ڈپٹا۔دماغ کو نتائج سے آگاہ کیا۔اندر بسی اس موم کی گڑیا کو تھپک کر واپس سلایا۔اور کیبنٹ سے دو چمچ نکالے۔

**("ڈانٹ ٹیل می کہ تم دوائی پیس کر کھاتی ہو۔")**

ایک اور نقرئی فقرے کی گونج دل تک سرائیت کر گئی تو چمچ پہ اس کی گرفت مزید مضبوط ہوئی۔ وہ برق رفتاری سے کچن سے باہر نکلی۔ گویا ان آوازوں سے پیچھا چھڑانے کا یہی واحد حل تھا۔ کمرے میں آ کر دروازہ بند کیا۔ پھر سائیڈ ٹیبل پہ موجود دوا اٹھائی۔ ایک چمچ پہ گولیاں رکھ کر دوسرے سے دباؤ ڈالا تو ایک آنسو ٹوٹ کر گال پہ پھسلا۔ اس نے آستین سے نمی پونچھی۔ مگر آنسو بلاوجہ ہی امڈ امڈ کر باہر آنے لگے۔ دوا چمچ سمیت ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پہ گر گئی۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آتی گئی۔ اس کے کہے تمام بے تکلف ومان جتاتے جملے سماعت میں ساز بن کر گونجنے لگے۔ وہ موم کی گڑیا پگھلنے لگی۔ اس کی دھیمی سسکیاں خاموش کمرے کی فضا میں واضح سنائی دینے لگیں۔

کس نے اختیار دیا تھا ان آنکھوں کو کہ وہ اس سے کج ادائی کرتے اس دھوکے باز کے لیے قیمتی موتی ضائع کرے۔

**محبت نے حق دیا تھا۔**

دل سے آواز آئی تھی۔اور سارے حق محبت ہی تو دیتی ہے۔

حدید عالم کا وجود زخرف نور پہ سایے کی مانند تھا۔وہ سایہ جو ہمہ وقت ساتھ رہتا ہے۔کچھ بھی ہو جائے ساتھ نہیں چھوڑتا۔اس کے دل کے مخصوص خانے میں اس کی محبت کے تمام اعترافات درج تھے۔جو ایک ایک کر کے خود کو دہرا رہے تھے۔اس شخص کے الفاظ و انداز پہ اس نے خود کو موم کی طرح پگھلنے کے لیے چھوڑ دیا۔

کافی دیر رونے کے بعد جب آنسوؤں نے حدود تجاوز نہ کرنے کا اشارہ دیا تو وہ کمرے سے ملحقہ واش روم میں گھس گئی۔ٹھنڈے پانی کے چھنیٹے مار کر اس نے تمام نشان مٹانے چاہے مگر وہ اس کے اندر جو سرائیت کر چکا تھا اسے کیسے کریدتی، کیسے نوچتی؟

واش روم سے باہر نکل کر اس نے ٹاول سے چہرہ پونچھا۔سر بھاری ہونے لگا تھا۔ آنکھوں کے پپوٹے دکھ رہے تھے۔ٹھنڈے پانی سے جسم میں اترتی سردی ہڈیوں

میں گھٹنے لگی تو اس نے ہیٹر آن کیا اور منہ تک کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔ بہت جلد نیند اس پہ مہربان ہو گئی۔

عائشہ اس کے کمرے میں آئیں تو وہ سوئی ہوئی تھی۔ انہوں نے زمین پہ گری دوا دیکھی تو نفی میں سر ہلایا۔ ٹوٹی گولیوں کو ڈسٹ بن میں پھینک کر انہوں نے چمچ ہاتھ میں اٹھائے۔ وہ یقیناً دوا کھائے بغیر سو چکی تھی۔ انہوں نے ایک شفیق نظر اس کے چہرے پہ ڈالی۔ نور کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔ انہوں نے اس کی پیشانی پہ ہاتھ رکھ کر درجہ حرارت کا اندازہ لگایا۔ جسم کا درجہ حرارت بالکل نارمل تھا۔ اس کا مطلب واضح تھا کہ وہ رو کر سوئی ہے۔ عائشہ کے وجود میں درد کی ٹیسیں اٹھیں۔ ان کی بیٹی دوہری اذیت میں تھی۔ وہ اسے اس کرب سے نکالنا چاہتی تھیں۔ مگر ظلم یہ تھا کہ وہ خود اسے اس سب میں ملوث کر چکی تھیں۔ کیوں؟ اس کیوں کا جواز ان کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے اس کا فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور واپس پلٹ گئیں۔

☆☆☆

وہ کچھ گھنٹوں بعد گہری نیند سے بیدار ہوئی تو طبیعت میں افاقہ واقع ہوا۔اس نے انگڑائی لے کر خود کو تازہ دم کیا۔اسی اثنا میں اس کی نظر بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ گئی۔اس کا فون وہیں ادویات کے پاس رکھا تھا۔یعنی عائشہ اسے ٹھیک کروا چکی تھیں۔وہ واش روم گئی اور فریش ہو کر باہر نکلی۔پھر ڈریسنگ کے پاس آئی اور لوشن کی بوتل اٹھا کر تھوڑا سی مقدار ہتھیلی پہ انڈیل کر واپس بستر پہ آگئی۔آئینے میں اپنا عکس دیکھنے سے اجتناب ہی برتا۔لوشن کو اچھے سے ہاتھوں کے مساموں میں جذب کرنے کے بعد فون اٹھایا۔اور آگے پیچھے کر کے دیکھا۔سکریچز اب ناپید تھے۔اس کا فون مقام واقعہ سے کس نے اٹھایا تھا اس کا فلحال اسے علم نہ تھا۔نہ ہی اس نے جاننے کی خواہش ظاہر کی تھی۔فون کو ٹھیک دیکھ کر اس کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔وہی جین زی کی فون سے الفت والی مسکراہٹ!

ادویات جوں کی توں پڑی تھیں۔ضائع شدہ اب گمشدہ بھی تھیں۔اسے ماں کا خیال آیا۔جانے انہوں نے اس صورتحال سے کیا اخذ کیا ہو گا۔پھر جھرجھری لے کر خود کو سابقہ کیفیت سے باہر نکالا۔

کسی بھی صورتحال میں وہ کم از کم اپنا کیریئر برباد کرنے کی متحمل نہیں تھی۔اس نے فون پہ سوشل میڈیا کھولا اور اپنے اکاونٹ کا جائزہ لینے لگی۔لوگوں کے اپنی ذات پہ دلفریب تبصرے پڑھ کر اسے عجیب سا محسوس ہوا۔اور یہ پہلی بار ہوا تھا۔ ورنہ تعریف وصول کرنا وہ اپنا حق سمجھتی تھی۔مصنوعی دنیا میں مگن ہو کر وہ کچھ دیر کے لیے حقیقی زندگی کی تلخیاں فراموش کر گئی۔فینز اور فالوورز اس کی اگلی ویڈیو اور اپڈیٹ کے منتظر تھے۔ذہن میں اس کا حل ترتیب دینے کے بعد اس نے چند پل باقی لوگوں کی خبر گیری کرنا چاہی۔ہر جگہ کسی نوبیاہتا شادی شدہ جوڑے کی ویڈیوز اور تصاویر چھپی ہوئی تھیں۔پہلے اس نے سرسری سی نظر ڈالی تھی مگر پھر غور کرنے پہ اسے معلوم ہوا کہ وہ علی اور فروا تھے۔ان کے رشتہ ازدواج میں

www.novelsclubb.com

بندھنے کی تمام تصاویر اور ویڈیوز تقریباوائرل تھیں۔اس نے گہری تنقیدی نگاہ سے ایک ایک فنکشن کو ملاحظہ کیا۔

"ان نکموں نے شادی بھی کرلی اور مجھے اطلاع دینا بھی ضروری نہ سمجھا۔"اسے سخت تاو آیا۔چاہے پروفیشنل تعلق تھا مگر کم از کم اسے اپنی خوشی میں شامل کرنے کے لیے وہ اطلاع تو کر ہی سکتے تھے۔اسے کم از کم طلحہ سے اس بے وفائی و کج ادائی کی امید نہ تھی۔وہ تو اسے ہر اطلاع فراہم کرتا تھا پھر چاہے وہ ضروری ہوتی یا خوامخواہ۔

"اففف۔۔۔کتنا پیسہ برباد کیا ہے۔"ساری تقریبات ملاحظہ کرتے کرتے اس کا تو سر ہی چکرا گیا تھا۔اپنا درد و غم تو سرے سے ہی پس پردہ روپوش ہو گیا تھا۔

"کس نے پیسہ برباد کیا ہے؟"ہاتھ میں ٹرے تھامے اندر داخل ہوتی عائشہ نے موقع کی مناسبت سے سوال اخذ کیا۔

"فروا اور علی کی شادی ہو گئی ہے۔"اس نے منہ بسور کر جواب دیا۔

"کون فروا اور علی؟" وہ غالباً ان ناموں سے لاعلم تھیں۔ یا شاید یاد داشت سے فراموش ہو چکا تھا۔

"فروا جو میرے ساتھ ٹک ٹاک بنایا کرتی تھی۔" اس نے مزید معلومات فراہم کی تو انہوں نے کچھ یاد کرتے سر ہلایا۔

"ہاں تو تمہاری عمر کی لڑکیوں کی شادی ہو ہی جاتی ہے۔ اس میں اتنی حیرت والی کونسی بات ہے۔" بظاہر وہ عام سے انداز میں بولی تھیں مگر نور کو لگا کہ انہوں نے اسے باور کروایا تھا کہ زخرف نور شادی تو تم بھی کر چکی ہو۔

"بات شادی کی نہیں ہے۔ اتنا پیسہ لگا کر شادی کرنا۔ مطلب اتنی تقریبات۔ اور پھر سب سے منفرد کرنے کی چاہ میں چھچھورے کام کرنا۔ لوگوں کا رجحان اپنی طرف موڑنے کے لیے ہر طرح کا حربہ آزمانا۔ چاہے وہ لوگوں میں احساس کمتری کا مادہ بڑھادے۔" بلاشبہ وہ شوبز سے وابستہ تھی لیکن اسے کبھی ایسے نام نہاد کاموں نے اپنی جانب کھینچا نہیں تھا۔ اسے شروع سے ہی ان فضولیات و لغویات

سے سخت کوفت رہی تھی۔اس نے سوچا تھا جب وہ شادی کروائے گی تو بالکل سادگی سے کروائے گی۔ سوشل میڈیا پہ اپنے پرسنل فنکشن کی رونمائی کر کے داد وصول نہیں کرے گی۔دل نے جواب دیا کہ ہاں تم کامیاب ٹھہری۔ تمہاری شادی تو چند لوگوں کے علاوہ کسی کے علم میں ہی نہیں ہے۔ پھر دماغ نے اسے ڈپٹا۔ عائشہ کے بولنے پہ اسے اپنے خیالات سے نجات ملی۔

"بیٹا یہ دور واپس جہالت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہاں ہر کوئی دوسرے کو نیچا دکھانے کا خواہش مند ہے۔بس اپنا نام، اپنا مقام چاہئے۔" کسی خیال کے تحت وہ یکسوئی سے بولیں۔

www.novelsclubb.com

"پھر چاہے اس کے لیے غلط کام کر لیں۔" ماں کے چہرے پہ نظریں جمائے اس نے دل کی بات رکھی۔

"گناہ کرنا تو انسان کی شرست میں شامل ہے۔" انہوں نے انکار نہیں کیا۔

"کیا دھوکہ دینا بھی گناہ ہوتا ہے ماما؟" ایک پل کو بھی عائشہ کے چہرے سے اپنی کانچ سی زخمی نظریں ہٹائے بغیر اس نے اداسی سے پوچھا۔ عائشہ نے چونک کر اسے دیکھا اور اگلے ہی پل ان کے تاثرات واپس نارمل ہو گئے۔

"نوڈلز کھاو۔ حالانکہ ڈاکٹر نے منع کیا تھا۔ مگر میں جانتی ہوں میری نور کو بیمار ہونے پہ سب سے زیادہ نوڈلز کھانے کی چاہت ہوتی ہے۔" عائشہ نے ازلی ممتا بھرے لہجے میں کہا اور نوڈلز کا بھرا باول اس کے سامنے رکھا۔ زخرف جانتی تھی کہ اس کی ماں اس سوال کا جواب نہیں دے گی۔ اس نے خاموشی سے نوڈلز کھانے شروع کر دیے۔ عائشہ اسے رغبت سے کھاتا دیکھنے لگیں۔

www.novelsclubb.com

"دھوکہ دینا گناہ ہوتا ہے۔ میرے نزدیک قتل کے برابر کا گناہ۔ جب کوئی اپنایا بہت قریبی انسان دھوکہ دیتا ہے تو انسانیت سے ہی اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ پھر کسی پہ بھروسہ کرنے کی گنجائش نہیں بچتی۔" خلاف توقع انہوں نے جواب دے کر اسے حیران کیا تھا۔ نور کے گلے میں نوڈلز اٹکے پھر اس نے پانی کا گھونٹ بھر کر اسے

معدے کے سپرد کیا۔ کانٹے کو واپس ٹرے میں رکھا اور ماں کی طرف متوجہ ہوئی۔

عائشہ نے اس کا ہر انداز دیکھا۔

"لیکن کبھی کبھار ہم کسی اپنے کو محفوظ رکھنے کے لیے اسے دھوکے میں رکھتے ہیں۔ تاکہ آگہی اس سے سکون نہ چھین لے۔ جنہوں نے دھوکہ کھایا ہو وہ دھوکہ نہیں دیا کرتے نور" اپنی بیٹی کی زخمی نگاہوں میں دیکھتے انہوں نے ٹھوس لہجے میں باور کروایا۔

"کیا آپ نے کسی سے دھوکہ کھایا؟" نامعلوم کیفیت کے تحت سوال بھی اچانک ہی زبان سے پھسلا تھا۔ آنکھوں میں تجسس کی عمیق گہرائی پنہاں تھی۔

"ہاں" انہوں نے ٹال مٹول نہیں کی۔

"کیا آپ نے اسے معاف کر دیا؟" اس نے کریدنے کی کوشش کرنے کی بجائے نتیجہ جاننے کی خواہش کی۔

"اس نے تلافی کرنے کی کوشش کی تھی۔اور کوشش کرنے والوں کو معاف کر دیا جاتا ہے نا؟"ماضی کے تلخ ایام پل بھر کو ان کے ذہن کی سکرین میں ابھر کر معدوم ہوئے تھے۔لیکن زخم برابر لگا کر گئے۔

"مگر کیوں ؟"وہ سوالیہ ہوئی۔اسے لوگوں کو معاف کرنا نہیں آتا تھا۔اسے دھوکہ دینے والوں پہ دوبارہ بھروسہ کرنے کا تجربہ نہ تھا۔وہ ایک بار غلطی ہو جانے پہ سامنے والے کو پوری عمر کے لیے اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیتی تھی۔اسے گناہگاروں کو دوبارہ موقع دینے کے فن سے آشنائی نہ تھی۔

"کیونکہ جو لوگ توبہ کر لیں۔انہیں اپنے کیے کا پچھتاوا ہو اور وہ اپنے ملال سے نجات پانے کے لیے ہر طرح سے اپنی جان کو تکلیف دیں۔ہر طریقے سے اپنی غلطی سدھارنے کی کوشش کریں وہ معافی کے لائق ہوتے ہیں۔"وہ ایک جذب سے بولیں۔نور کے دل کے گرد چڑھے خول میں جیسے کسی نے دستک دی تھی۔مگر کس نے؟

"نوڈلز کھاو ورنہ ٹھنڈے ہو جائیں گے کیونکہ میں جانتی ہوں میری بیٹی ٹھنڈا کھانا نہیں کھایا کرتی۔" اس کے سر پہ بوسہ دیتے وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔ زخرف نور نے نوڈلز کو ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا۔ اس کا ذہن کئی نقطوں کو آپس میں ملا کر لکیر کھینچنے کی تگ ودو میں ہلکان ہونے لگا تھا۔ سیاہ آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پہ مرکوز ہو کر ارد گرد کی سدھ بدھ کھوئی بیٹھی تھیں۔

☆☆☆

یہ وسیع رقبے میں پھیلے حدید کے ایک منزلہ گھر کا منظر تھا جہاں خاموشی میں ایک دم ہی دراڑ پڑی تھی۔ گلاس ڈور پہ بیک وقت پانی کے کئی وار ہوئے تھے۔ سرد موسم میں وہ پانی سے بھرے سوئمنگ پول کے بیچ و بیچ موجود تھا۔ گردن تک کا حصہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن یہاں پرواہ کسے تھی۔ جب آگ بھڑک رہی ہو تو یہ پانی ہی اس کو بجھانے کے کام آتا ہے۔ اس کے اندر بھی اس وقت آگ دہک رہی تھی۔ اسے لگا اگر آج اس نے خود کو پانی میں جانے سے باز رکھا تو وہ سب کو اس

آتش میں جھلسا دے گا۔اسے ابھی اس آگ کو سمیٹ کر سینچ سینچ کر رکھنا تھا۔وہ ایک خاص موقع پہ ہی اسے منظر عام پہ لائے گا۔پھر پوری دنیا دیکھے گی۔حدید عالم کے اندر کی آگ سب جلا کر خاکستر کر دے گی۔اور وہ وقت بہت قریب آ چکا تھا۔

مستقبل کے مناظر کو سوچتے وہ یکلخت ہی ماضی کے ایک دھندلے لیکن مکمل منظر میں کھو گیا۔

"بابا آپ کہاں جا رہے ہیں؟"لقمان عالم کو پیکنگ کرتا دیکھ حدید متفکر انداز میں ان کے قریب آتے مستفسر ہوا۔نتیجتاً باپ نے سب کچھ چھوڑ کر اس پہ توجہ مبذول کی جوان کا واحد سہارا تھا۔انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے بیڈ پہ بٹھایا پھر اس کی ٹانگوں کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔اس کے مضبوط ہاتھوں کو اپنی نرم گرفت میں لیا۔یہ حقیقت تھی کہ اس عمر میں بھی حدید کے ہاتھ ٹین ایج لڑکوں کی نسبت مضبوط تھے۔ان ہاتھوں کی ہری رگیں ابھی سے یوں نمایاں تھیں گویا کسی بھرپور مرد کا ہاتھ ہو۔

www.novelsclubb.com

"حدید میں کچھ دنوں کے لیے جرمنی جا رہا ہوں۔" اس کی سیاہ آنکھوں میں بدلتے رنگ دیکھتے انہوں نے مدعا پیش کیا تو حدید مضطرب ہو کر نفی میں سر ہلا گیا۔

"بابا آپ جانتے ہیں میں آپ کے بغیر ایک دن تو کیا چند گھنٹے بھی نہیں رہ سکتا۔" مسلسل نفی میں سر ہلاتے اس نے اندرونی خلفشار اور کمزوری کا عندیہ دیا تو توقع کے برعکس ردعمل پہ لقمان عالم نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

"حدید آپ اب چھوٹے بچے نہیں ہو۔ سہاروں کی اتنی عادت نہیں ڈالنی چاہئے کہ چھن جانے پہ انسان تپتے صحرا میں تنہا تڑپتا رہ جائے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ پہ انحصار کرتے ہو لیکن اب آپ کو اپنی اس عادت پہ بند باندھنا ہو گا۔ اور یہ آپ کا پہلا سبق ہو گا۔" اس کی پیشانی پہ بکھرے بالوں کو پیچھے ہٹاتے وہ سمجھانے والے انداز میں گویا ہوئے۔ نتیجتاً حدید کے چہرے کے تاثرات میں تغیر آیا۔

www.novelsclubb.com

"کیسا سبق؟" آواز تجسس سے لبریز تھی۔ لیکن دائیں ہاتھ میں باپ کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ گویا گرفت ڈھیلی پڑی تو یہ رشتہ ریت کی مانند ہاتھ سے پھسل جائے گا۔ پھر ان ذرات کو تلاش کر کے ان کا مجسمہ بنانے میں پوری عمر نکل جاتی۔

"اپنے باپ کے بغیر رہنے کا سبق" انہوں نے سادگی سے کہا مگر حدید کی آنکھوں میں خوف لہرایا۔ کیا اس کا باپ جانتا نہیں تھا وہ کن الفاظ کا استعمال کر رہا ہے؟ وہ ایسا کیسے کہہ سکتے تھے کہ حدید ان کے بغیر جینا سیکھ لے؟

لقمان عالم نے اس کی سیاہ آنکھوں میں مخفی پیغامات کو جان لیا تو نگاہیں چرا گئے۔

"بہت ضروری ہے حدید! میری برسوں کی محنت کا سوال ہے۔ کئی لوگوں کی زندگی کا عندیہ ہے۔ میرا فرض ہے جسے میں پس پشت نہیں ڈال سکتا۔" اسے راضی کرنے کے لیے وہ مزید گہرائی میں اترے۔ مگر وہ اتنی تفصیل پہ بھی راضی نہیں ہوا تھا۔ لقمان نے درزیدہ نگاہ اس کے چہرے کے خوفزدہ تاثرات پہ ڈالی تو سرد آہ بھر کر رہ گئے۔ انہیں اپنے بیٹے کو اپنا اتنا عادی نہیں بنانا چاہئے تھا۔ لیکن وہ کیا


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کرتے رشتوں کے نام پہ اس کے پاس سوائے باپ کے اور کوئی تھا ہی نہیں۔ وہ کیسے اسے نامکمل دیکھتے۔

"اگر میں آپ سے کہوں کہ میری غیر موجودگی میں ڈاکٹر عائشہ روز آپ سے ملنے آئیں گیں تب مان جاوگے ؟" انہیں امید تھی کہ اب کی بار وہ تھوڑی لچک دکھائے گا اور توقع کے عین مطابق یونہی ہوا۔ اب کہ اس کا سر نفی میں ملنے کی بجائے ساکت تھا۔ یعنی وہ کچھ کچھ مان گیا تھا۔ لقمان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ٹھیک ہے انہیں اندازہ تھا کہ وہ ڈاکٹر عائشہ سے بہت اٹیچ ہے مگر اس قدر۔ اس کا تو وہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے تھے۔ لیکن فلحال وہ حدید کے مان جان پہ مطمئن ہو کر بقیہ پیکنگ میں مصروف ہو گئے۔

"ان کی بیٹی ناراض ہو جائے گی ؟" تھوڑی دیر بعد وہ کسی خطرے کے پیش نظر گویا ہوا۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟"بقیہ چیزوں کو بیگ میں رکھتے انہوں نے ایک سوالیہ نظر اپنے سپوت پہ ڈالی۔

"زخرف کی بابا" وہ یوں بولا گویا کہا ہو آپ کو نہیں معلوم۔

"وہ کیوں ناراض ہو گی؟"ان کی آنکھوں میں کم فہمی اتری۔

"آپ کو یاد نہیں جب ہم انکل سے ملنے گئے تھے تو ڈاکٹر عائشہ نے صرف مجھے آئس کریم لا کر دی تھی اور وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔" وہ کسی پرانے واقعے سے ناطہ جوڑتے سنجیدگی سے بولا تو لقمان نے نفی میں سر ہلایا۔

"بیٹا انکل نے بتایا تھا نا کہ وہ ہوم ورک کرنے گئی ہے۔" بیٹے کے تحفظات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

"نہیں بابا وہ جھوٹ بول رہے تھے۔ میں نے دیکھا تھا اس کا چہرہ بجھ گیا تھا۔ وہ اچانک سے ہی خاموش ہو گئی تھی۔ اور پھر چپکے سے وہاں سے غائب بھی ہو گئی

تھی۔ وہ اپنی ماما کو لے کر بہت پوزیسو ہے۔"اس نے باپ کا جواز رد کیا۔اور اپنا اندازہ من و عن ان کے گوش گزار کیا تو لقمان عالم سر تھام کر بیٹھ گئے۔

"افف حدید کیا کروں میں تمہارا۔ تم اتنے حساس کیوں ہو؟ دوسروں کے چہرے کیسے پڑھ لیتے ہو؟" بیٹے کی حساسیت دیکھ وہ ششدر رہ گئے تھے۔ انہیں خوف محسوس ہوا۔ کیونکہ یہ دنیا نازک و حساس لوگوں کے لیے جہنم تھی۔ وہ اپنے بیٹے کو اپنی طرح نہیں بنانا چاہتے تھے۔ان کی خواہش تھی کہ ان کا حدید دنیا کے ہر اتار چڑھاو کو خندہ پیشانی سے قبول کر کے اس کا مقابلہ کرے۔ اگر وہ یونہی لوگوں کے تاثرات پر کھتا رہا تو اپنی زندگی عذاب بنا لے گا۔

www.novelsclubb.com

"پتا نہیں بابا" وہ کندھے اچکا گیا۔ گویا اپنی حساس طبیعت سے واقفیت کو نظر انداز کیا ہو۔

"چلو میں ان سے کہہ دوں گا کہ وہ اپنی بیٹی کو بتائے بغیر آپ سے مل جایا کریں۔" انہوں نے اگلا لائحہ عمل پیش کیا۔ انہیں اپنی شاگردہ پہ یقین تھا کہ وہ اپنے پروفیسر

کے ادب میں کم از کم کچھ دنوں کے لیے یہ ڈیوٹی نبھالیں گیں۔ ویسے بھی اس پراجیکٹ میں وہ دونوں ایک ساتھ کام کرتے رہے تھے۔ وہ ان کی مشکل کو سمجھ جائیں گیں۔

"ٹھیک ہے بابا" وہ بغیر دقت کے مان گیا۔

"میں نے صغری بی سے کہہ دیا ہے وہ پورا دن آپ کے ساتھ ہی رہیں گیں اور رات بھی یہیں رکا کریں گیں۔" بقیہ انتظامات بھی اس کے سامنے رکھ دیے۔

"اوکے بابا" اس کی تابعدارانہ روش پہ ان کا دل جذبات سے بھر آیا اور انہوں نے اس کے ماتھے پہ بکھرے بال سمیٹتے بوسہ دیا۔

"میرا حدید دنیا کا بہترین بیٹا ہے۔" انہیں اپنے بیٹے کی سمجھداری و تابعداری پہ رشک آتا تھا۔ ان کا حدید ان سے بہت آگے جانے والا تھا۔ ان کا دل کہتا تھا ان کا بیٹا دنیا فتح کرے گا۔

www.novelsclubb.com

"میرے بابا پورے کرہ ارض کے بہترین بابا ہیں۔" باپ کی محبت کا جواب وہ ہمیشہ محبت و عقیدت سے ہی دیا کرتا تھا۔ وہ دونوں باپ بیٹا بغل گیر ہوئے۔ اور جیسے کمرے کی ہر شے نے اس آخری لمس کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا۔

فون کی مخصوص گھنٹی پہ وہ خیالات کی خوشنما دنیا سے باہر آیا۔ دایاں ہاتھ بے ساختہ آنکھوں کی جانب گیا کیونکہ آنسوؤں کی نمی نے سارا منظر دھندلا دیا تھا۔ سختی سے انہیں صاف کرتے وہ پول کے ایک کنارے پہ آیا۔ اپنے دھڑ کو پانی میں رکھے اس نے قدرے چھوٹی میز پہ موجود ٹاول سے ہاتھ خشک کیے پھر پاس رکھا فون اٹھایا۔ اسے شاید امید تھی کہ ایک کال آئے گی۔ وہ اسی کا منتظر تھا۔ فون کی دوسری جانب سے رچرڈ کی بے بس اور التجائی آواز ابھری۔

"دیکھو میں تمہارے تحفظات سمجھ رہا ہوں حدید لیکن اس پراجیکٹ میں مزید تاخیر کرنا اب میری سمجھ سے باہر ہوتا جارہا ہے۔"

پول کے کنارے سے اپنی پشت لگاتے اس نے تسلی سے اس کے جواز سماعت کیے۔ لیکن خاموش رہا۔اسے بات مکمل ہونے کا انتظار تھا۔

"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم نے اسے ابراہیم وجدانی سے پوشیدہ کیوں رکھا ہے؟"اس کے لہجے میں تجسس سے زیادہ چڑچڑاپن شامل تھا۔وجدانی فارما کے نام سے کیے جانے والے معاہدے میں ابراہیم وجدانی کی غیر موجودگی ہنوز پراسرار تھی۔

"میں ڈیڈ کو سرپرائز دینا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے تم اپنے تجسس کو قابو میں رکھتے ہوئے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کرو گے۔"وہ بے لچک انداز میں گویا ہوا۔

"دیکھو حدید اس پراجیکٹ کو مزید تاخیر میں رکھنا ہمیں نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔تم سمجھ نہیں رہے ہو۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"یہ میرے باپ کا پراجیکٹ تھا۔ سمجھے تم؟"اس کی بات مکمل ہونے سے قبل وہ کر خنگی سے ٹوک گیا۔ مقابل کو حدید کے اس لب و لہجے سے آشنائی نہ تھی۔ وہ ششدر رہ گیا۔

"اوران کا بیٹا یہ فیصلہ کرے گا کہ اسے کب لانچ کرنا ہے۔"اب کہ لہجہ ہر جذبے سے عاری تھا۔

"میں تمہیں اس کا اچھا معاوضہ ادا کر چکا ہوں۔ اگر دوبارہ تم نے مجھے اس معاملے کے لیے کال کی تو میں ہر لحاظ پس پشت ڈال دوں گا۔" بے حد سخت و سرد انداز سے بھرپور برفیلا لہجہ رچرڈ کے حواس مختل کر گیا۔اس نے فوری معافی تلافی کرنا چاہی مگر مقابل کی دہائیاں اور معافیاں سننے کی بجائے حدید نے کھٹاک فون بند کیا۔

چہرے پہ ایک الوہی چمک چھا گئی۔

مقصد پالینے کی چمک

سب تباہ کر دینے کی چمک

لقمان عالم کے بیٹے کی فتح کی چمک

☆☆☆

وہ الماری کے پٹ کھولے ہڑبڑی میں کچھ تلاش کر رہی تھی۔ عائشہ اس وقت گروسری کے لیے اپارٹمنٹ سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ یہ بہترین موقع تھا۔ اسے مطلوبہ بریف کیس ملا تو چہرے پہ ایک انوکھی مسکراہٹ جھلکی۔ اس سے قبل کہ وہ اسے کھولتی دوسرے کمرے میں موجود اس کا فون تھرتھرایا اور رنگ ٹون کی آواز نے خاموشی کی فضا میں انتشار برپا کیا۔ اس نے نظرانداز کرتے بریف کیس کھولا۔ اس کے اندر ایک فریم زدہ تصویر موجود تھی۔ اسے اسی کی تلاش تھی۔ اس نے فریم کو باہر رکھ کر بریف کیس بند کیا۔ پھر اسے واپس اس کی جگہ پہ رکھتے فریم تھامے اپنے کمرے کی جانب آئی جہاں فون بج بج کر اس کا دماغ خراب کر چکا تھا۔ فریم کو ڈریسنگ کے خانے میں رکھتے اس نے پہلے مسلسل بجتا فون اٹھا کر کان کو لگایا۔ مقابل گویا جلد بازی کے سارے ریکارڈ توڑنے میں ماہر تھا۔

www.novelsclubb.com

"گیس واٹ میں اس وقت کہاں ہوں۔" برہان کی چہچہاتی آواز سنتے اس کے تنے اعصاب یکدم ہی ڈھیلے پڑے۔ ورنہ اس مسلسل کالز کرنے والے کو وہ اچھی خاصی سنانے کا ارادہ کیے بیٹھی تھی۔

وہ سکون سے بیڈ کراون کے ساتھ ٹیک لگا کر پاؤں سیدھے کیے بیٹھ گئی۔

"اب یہ مت کہنا کہ برلن کے کسی کیفے میں بیٹھے میرے منتظر ہو۔" اس نے برہان کے ماضی کے کارناموں کے باعث مسکرا کر پیشن گوئی کی۔

"یار کیسے کر لیتی ہو تم؟" وہ حیران ہوا۔ یا شاید حیران کرنے کا خواہاں ہوا۔

"کیا؟" اس کے انداز پہ زخرف کے لبوں پہ تبسم ابھرا۔

www.novelsclubb.com

"تمہارے پاس موکل ہیں یا تم نے کوئی جاسوس چھوڑا ہے میرے پیچھے؟" وہ تجسس و خفگی کی آمیزش شامل کیے پوچھ رہا تھا۔

"او کم آن میرے پاس فالتو پیسہ نہیں ہے۔" اس نے ہاتھ جھلا کر اندازہ غلط کیا۔

"میں واقعی برلن کے کیفے میں بیٹھا تمہارا منتظر ہوں۔" برہان نے اگلا پانسا پھینکا۔

"واٹ ؟"ایک پل میں ہی وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ یہ مکمل بے ساختگی میں ہوا تھا۔

"یہ خوشی و حیرت والا ہے یا صدمے والا ؟" برہان نے شوخ انداز میں پوچھا۔

"کیا؟"کم فہمی کی علامت کی مانند سوال آیا۔

"تمہارا واٹ"

"نہیں کرو برہان۔ تم سچ میں برلن ہو ؟"وہ خوشی کے مارے حیران اور یقین و بے یقین تھی۔ برہان کی موجودگی سے اسے جو اپنائیت محسوس ہوتی تھی اس کا کوئی مول نہیں تھا۔وہ تھا ہی ایسا جب بھی اس پہ کوئی برا وقت آتا وہ ہمیشہ کسی فرشتے کی مانند نمودار ہو جاتا تھا۔وہ اسے اتفاق کہتی یا معجزہ مگر یہ حیران کن تھا۔

"تم جانتی ہو سونا میں ہمیشہ سچ بولتا ہوں۔"کان کی لو کو مسلتے وہ اپنے کہے الفاظ پہ محظوظ ہوا۔اس کے عنابی لبوں پہ جان دار مسکراہٹ جھلکی۔عیار و شاطرانہ مسکراہٹ۔

"بس بس رہنے دو۔"وہ اس کے اتنے بڑے بول پہ فل سٹاپ لگا گئی۔

"اعتبار نہیں؟"مان جتانے کا انداز تھا۔

"خود سے زیادہ ہے۔"مان رکھ لیا۔

"پھر جلدی سے اس ایڈریس پہ پہنچو"اسے پتہ بھیجتے برہان نے اپنے گلاس سے جوس کا سپ لیا۔

"او کے باس"وہ چہک کر بولی۔

"کتنا مودب بنا دیا ہے برلن نے تمہیں۔"کان میں لگے آلے کی طرف ہاتھ لے کر جاتے اس نے چڑانے والے انداز میں کہا۔

"کہہ لو۔"اس نے فون کاٹ دیا۔ برہان نے ائیر بڈز اتار کر ٹیبل پہ رکھے۔ پھر ارد گرد نگاہ دوڑائی۔ مطلوبہ شخص کچھ فاصلے پہ ہی بیٹھا تھا۔اس نے اپنے جوس کا گلاس اٹھاتے ائیر بڈز کو پینٹ کی جیب میں ٹھونسااور اس میز تک پہنچا جہاں وہ سر جھکائے کافی کے کپ کو پی کم اور گھور زیادہ رہا تھا۔

"میں بیٹھ جاوں ؟"بڑا ملنسار سا انداز تھا۔افان نے سر اٹھا کر نووارد کو دیکھا۔ کریم رنگ کی ٹی شرٹ کے ساتھ بھوری جیکٹ اور سیاہ پینٹ پہنے وہ شخص بہت وجیہہ تھا۔اس کا پہلا تاثر ہی لوگوں کو زیر کر دینے کو کافی ہوتا تھا۔ مگر اس وقت مقابل افان تھا۔ جسے لوگوں سے ملنے جلنے سے سخت کوفت ہوتی تھی۔اور اس وقت کم از کم اس لمحے وہ کسی اجنبی سے بات کرنے کا بالکل بھی خواہاں نہیں تھا۔

"میں آپ کو نہیں جانتا۔اس لیے بہتر ہے آپ کہیں اور تشریف آوری کریں۔" وہ بے مروتی سے گویا ہوا۔ برہان کے لبوں کو مخصوص مسکراہٹ نے گھیرا۔

www.novelsclubb.com

"مل کر ہی جان پہچان ہوتی ہے۔ میں بیٹھ رہا ہوں۔" وہ ڈھٹائی سے اس کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور بے تکلفی سے اپنا گلاس میز پہ رکھ دیا۔افان نے سخت نگاہ اس پہ ڈالی۔انداز ایسا تھا گویا بھاڑ میں جاو۔

"آپ پریشان لگ رہے ہیں۔" جوس کا گھونٹ بھرتے وہ فکر مندی سے بولا۔

"میں جو بھی لگ رہا ہوں۔آپ کو کیا مسئلہ ہے؟" کافی کا کپ میز پہ پٹختے اس نے بدتمیزی سے جواب دیا۔

"میں نے نفسیات پہ گہری تحقیق کی ہے۔جہاں کوئی کھلی کتاب دیکھتا ہوں پہنچ جاتا ہوں۔" وہ خاصا ڈھیٹ واقع ہوا تھا۔

"پھر تو آپ کو اپنے اس عمل پہ نادم ہونے کی اشد ضرورت ہے۔" قدرے اس کے قریب جھکتے اس نے اسے شرم دلانے کی سعی کی۔ مگر بے سود۔اسے مقابل کا علم نہ تھا۔ورنہ ایسی زحمت سے دریغ کرتا۔

"نفسیات اور ندامت ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ خیر میں آپ کو مشورہ دے سکتا ہوں۔" وہ ہنوز چہرے پہ گہری مسکراہٹ لیے مقابل کا ضبط آزمانے پہ تلا ہوا تھا۔

"مجھے نہیں چاہئے۔" اس نے آفر کو تلخی سے رد کیا۔ بقیہ کافی کو تیزی سے حلق میں اتارا۔ غصے نے پہلے ہی حواس معطل کیے ہوئے تھے اوپر سے مقابل کا زبردستی کا گیان اسے شدید زچ کر رہا تھا۔

"آپ کے گھر میں کوئی مسئلہ کھڑا ہے۔ ایسا شدید کہ وہ آپ کی توانائی نچوڑ رہا ہے۔" برہان نے سنسنی خیز انداز میں کلام کا سلسلہ جوڑا توافان کے گلے میں گلٹی ابھری۔ اس نے بمشکل گھونٹ کو حلق میں اتارا۔ معدے میں جانے سے قبل کافی اس کے گلے کو جھلسا گئی۔

"آپ کسی کی محبت میں فنا ہو رہے ہیں مگر مقابل کی بے اعتنائی آپ کو خاک کر رہی ہے۔" وہ اس کی حالت سے حظ اٹھاتے مزید پراسرایت سے گویا ہوا۔ توافان کا ضبط جواب دے گیا۔

"بس خاموش" اپنے ہاتھوں کو زور سے میز پہ مارتے اس نے گرج کر کہا۔ ارد گرد کے سبھی لوگ پل بھر کو ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ مگر برہان نے مسکرا کر سب کو اوکے کا عندیہ دیا تو وہ واپس مگن ہو گئے۔ ہاں البتہ وہ پاکستان ہوتے تو سب آخر تک ان کی ہی جانب متوجہ رہتے۔ آخر کو لڑائیاں جھگڑے پاکستانی قوم کی تفریح اور شغل کا حصہ ہیں۔ خاص طور پہ جب لڑائی باہر ہو رہی ہو تو تماشہ دیکھنے کا الگ ہی سرور ہوتا ہے۔

"آئینہ داری پسند نہیں آئی؟ یا میرے اندازے غلط ہیں؟" اس کی حالت سے مزید حظ اٹھاتے وہ اپنے ہی موڈ میں تھا۔ افان عجلت بھرے انداز میں کرسی سے اٹھا۔ اسے فلحال کسی اجنبی سے مغزماری نہیں کرنی تھی۔

"یہ میرا نمبر ہے۔ بہت جلد تمہیں میری ضرورت پڑے گی۔" ٹشو پہ قلم گھسیٹ کر چند ہندسے لکھ کر اس نے افان کی جیکٹ کی جیب میں ڈالا۔ وہ چاہ کر بھی اس ٹشو کو جیب سے نکال کر سامنے والے کے منہ پہ نہ مار سکا۔

www.novelsclubb.com

"تمہاری کافی کے پیسے میں دے رہا ہوں۔اور یاد رکھنا نہ میں احسانات رکھتا ہوں نہ کسی کو رکھنے دیتا ہوں۔"اسے بنا پیسے دیے فرار ہوتے دیکھ وہ قدرے بلند آواز میں بولا۔افان پلٹے بغیر واک آوٹ کر گیا۔

"چچ۔۔۔چچ گھر اور محبت کا مارا زخمی پرندہ"مصنوعی افسردگی دکھاتے اس نے اپنا بقیہ جوس پیا۔

"برلن کے جوس کو بہت مس کیا تھا میں نے"وہ سکون سے اپنے فون پہ مگن ہو گیا۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

اس نے ایک آخری نظر برہان کی بھیجی لوکیشن پہ ڈالی۔

“Le Hung - fresh asian food

Karl-Liebknecht-Str. 13, 10178 Berlin, Germany”

پھر نظر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ وہ مطلوبہ ریسٹورنٹ کے باہر کھڑی تھی۔اس نے ہائی ہیلز والے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ٹانگوں اور پیروں میں درد تھا مگر ہائی ہیلز اس کی کمزوری تھی۔ سو شان سے کمزوری کو پیروں کی زینت بنائے وہ شاہانہ چال چلتے اندر داخل ہوئی۔ سیاہ چشمہ اتار کر سارے پہ نگاہ دوڑائی تو وہ سامنے ہی فون میں مشغول نظر آگیا۔اس کے لبوں کی تراش میں شفاف تبسم کی کلی چٹخی۔ ہیل کی ٹک ٹک پیدا کرتے اس کے قدم برہان کے قریب جا کر تھمے۔

"مسٹر پولیٹیشن اتنی دیر کر دی۔" مسکراتی آواز پہ برہان نے سر اٹھایا تو خوبصورتی کی عملی تصویر کو اپنا منتظر پایا۔ مقابل نے گہرے نیلے رنگ کی ٹاپ کے ساتھ نیلی جینز کو عام طریقے سے قدرے اونچے باندھا ہوا تھا۔ سردی کی سازش سے بچنے کی غرض سے سیاہ لانگ کوٹ سے سراپے کو ڈھکنے کی کوشش کی ہوئی تھی۔اس کے چہرے پہ آج عام دنوں کی نسبت میک اپ کی گہری تہہ تھی۔ شاید کچھ چھپانے کی چاہ تھی۔ کچھ پردہ داری تھی۔ آنکھوں میں ہیزل لینز لگائے ہوئے تھے۔ لیکن


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آنکھوں کی سطح میں کچھ سرخی کا عنصر موجود تھا۔ برہان اس پہ گہری جانچتی نگاہ ڈال کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مس سیلیبریٹی آپ کو انتظار کروانے کی بجائے ہم مقتل گاہ جانا پسند کریں گے۔" گردن کو خم دیتے سعادت منداور تعظیم بھرے انداز میں لجاجت سے کہا تو زخرف کی ہنسی گونجی۔ برہان نے اس کے لیے کرسی کھینچی۔

"اوور ایکٹنگ کرتے ہو بہت" نشست پہ براجمان ہوتے اپنا تبصرہ پیش کیا۔

"آپ کی صحبت کا اثر" مقابل نے شوق سے تعریف وصول کی۔ پھر واپس اپنی کرسی پہ براجمان ہوا۔

"میں نے تمہیں بہت مس کیا۔" چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرے وہ برہان کو نگاہوں میں رکھے محبت سے بولی۔

"لیکن میں تو اپنے کام میں ہی اتنا مصروف رہا کہ تمہیں یاد کرنا بھول گیا۔" لہجہ خاصا چڑانے والا تھا۔ زخرف بخوبی بھانپ گئی۔

"اب مجھے یاد کرنا بھی نہیں چاہئے۔ اپنی زندگی کا ساتھی تلاش کرو۔" وہ مینیو کارڈ تھام کر سرسری سا بولی۔

"جیسے تم نے کر لیا۔" برہان نے اس کے چہرے سے نگاہ ہٹائے بغیر کہا۔ زخرف کے چہرے کے تاثرات پل بھر میں تبدیل ہوئے۔ لب بھینچے گئے۔ چہرے کی ساری مسرت فنا ہو گئی۔ اندر موجود اس محبت کی دیوی نے غالب آنے کی چاہ کی جسے اس نے جھڑک کر مغلوب کیا۔

www.novelsclubb.com

"میں بہت جلد یہ کاغذی رشتہ ختم کر دوں گی۔" وہ لہجے میں چٹان کی سی سختی لیے بولی تو برہان نے اس کا لہجہ پر کھا۔

"آر یو شیور؟" کہنی کو میز پہ رکھ کر آگے کو جھکتے شک بھرے انداز میں پوچھا۔

"تمہیں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔" زخرف نے پر اعتمادی سے مصنوعی لینز سے

سجی آنکھیں مقابل کی سرمئی آنکھوں میں گاڑیں۔ ٹھوس لہجے میں اندرونی ٹوٹ پھوٹ کو مغلوب کر دیا۔ تو ثابت ہوا زخرف نور بہترین اداکارہ ہونے کے ساتھ جذبات کو قابو کرنے میں بھی ماہر تھی۔

"تم نے کہا تھا کہ تم پھوپھو کی صحت کی بحالی تک یہ کانٹریکٹ میرج قائم رکھو گی۔" برہان نے اس کا دھیان اصل مقصد کی جانب کروایا۔ یا شاید کچھ جاننے کی چاہ تھی۔

"میں ایسا ہی کر رہی ہوں۔" مینیو میں اپنی پسند کی شے منتخب کرتے سرد لہجے میں کہا۔

"مطلب پھوپھو اب تمہیں پہچان چکی ہیں۔" لہجہ خوشگوار حیرت کا منبع بنا۔

"بہت جلد پہچان جائیں گیں۔"

عزم تھا جو لہجے سے جھلکا تھا۔ اس نے ویٹر کو آواز دی تا کہ اپنا آرڈر نوٹ کروا سکے۔

برہان چند پل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں پھر بھی باہر لڑکی تلاش کروں؟" فہمائشی انداز میں کیا استفسار زخرف نور کے اوپر گھروں پانی گرا گیا۔

"برہان تم نے مجھ سے پٹ جانا ہے۔" بظاہر مصنوعی خفگی سے کہتے وہ اندرونی خوف کا شکار ہوئی۔

"اب کیوں نہیں سونا؟ چلو ماضی میں میں تمہارے معیار پہ پورا نہیں اترتا تھا۔ مگر اب کیوں نہیں؟" اس کے انداز میں تجسس تھا۔ الجھن تھی۔ سونا کے سینے کے بائیں جانب دھڑکتا لو تھڑا تذبذب کا شکار ہوا۔

"میں اس وقت تمہیں انکار نہ کرتی۔" وہ صدق دل سے گویا ہوئی۔

"پھر؟" ماتھے پہ تفکر و تجسس کی گہرائی چھا گئی۔ وہ اس کا جواب جاننے کا متمنی تھا۔

"نانا نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں تھا۔انہوں نے خود یہ فیصلہ لیا تھا۔"اس نے پشیمانی سے چور نگاہیں اٹھا کر برہان کو دیکھا۔وہ اس کے جواب پہ مسکرایا۔اس نے نظریں جھکا لیں۔

"اب تم اپنے فیصلے خود لے سکتی ہو۔"اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر نور کے ہاتھوں کو گرفت میں لینا چاہا مگر وہ دامن بچا گئی۔

"برہان ہم اچھے دوست ہیں۔اچھے کزنز ہیں۔کیوں اس رشتے کو برباد کرنے کے خواہاں ہو؟"وہ روہانسی ہوئی۔برہان کو سمجھ کیوں نہیں آ رہی تھی کہ ماضی میں وہ اسے انکار نہ کرتی کیونکہ اس کی زندگی میں حدید عالم نہیں تھا۔مگر اس کے بعد وہ کیسے کسی اور کو خود کے لیے چنتی۔

"ہم اچھے لائف پارٹنر بھی تو بن سکتے ہیں۔"اپنی سرمئی آنکھوں سے اس کے چہرے کے نقش و نگار کو دیکھتے وہ حتمی لہجے میں گویا ہوا۔زخرف بے بس ہوئی۔وہ

اس سے کہنا چاہتی تھی کہ لائف پارٹنر والی محبت صرف ایک بار ہوتی ہے اور وہ زخرف نور کو ہو چکی ہے۔اس شخص سے جو اسے زخرف بلاتا ہے۔

اس نے دوبارہ ویٹر کو آواز دی۔وہ برہان کے سوال کو نظر انداز کر کے پس پشت ڈالنا چاہ رہی تھی۔

"یہ ویٹر کیوں نہیں آرہا۔"اس نے جھنجھلا کر سرگوشی کی۔اس کے اندر بے چینی سی بھر گئی تھی۔وہ مسلسل پیروں کو جھلا رہی تھی۔وہ برہان کے کہے پچھلے فقرے کے اثر سے نکلنا چاہتی تھی۔ہر صورت،ہر قیمت پر۔

"تم نے یہ انگوٹھی کیوں پہنی ہے؟"برہان نے اس کے بائیں ہاتھ کی چوتھی انگلی میں پہنی انگوٹھی کو دیکھ شاکی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اچھی لگی تھی اس لیے پہن لی۔"عام سے انداز میں کہہ کر اپنا ہاتھ میز سے اٹھاتے گود میں رکھا۔کچھ عیاں ہو جانے کا خوف تھا۔

"یہ تمہیں حدید نے دی ہے؟"

مقابل بیوقوف نہ تھا جو اس انگوٹھی کا مطلب سمجھ نہ پاتا۔ سونا نے انگلیاں مروڑیں۔ وہ اس انوکھی منطق کا کیا جواز پیش کرتی کہ ایک جانب وہ اس شخص سے قطع تعلق کرنے والی ہے اور دوسری جانب اس کی دی نشانی کو انگلی میں سجائے بیٹھی ہے۔ اس نے پریشانی میں پھر ویٹر کو آواز دی۔ صد شکر کہ اس بار ویٹر اس تک پہنچ گیا۔

ویٹر کے آنے پہ زخرف نے سکون کا سانس بھرا۔ وہ اب بآسانی اس سوال سے نجات حاصل کر سکتی تھی۔ ویٹر کو آرڈر نوٹ کروا کر اس نے برہان سے اپنی فلم کی شوٹنگ زیرِ بحث لانی شروع کر دی۔ کچھ ہی دیر میں وہ موضوعِ سخن کو بالکل تبدیل کر چکی تھی۔ پھر اس نے برہان کو اپارٹمنٹ آنے کا کہہ کر واپسی کی راہ لی۔ اسے کہیں جانا تھا۔

☆☆☆

وہ کیفے سے باہر نکلا اور ایک سڑک پہ چلنے لگا۔ چلتے چلتے وہ اس کیفے سے کافی فاصلے پہ آگیا تھا جب دفعتاً اسے دور سے ہی کنزہ آتی دکھائی دی۔ اسے خوشگوار حیرت نے آن گھیرا۔ وہ ایک پلر کی اوٹ میں ہو گیا۔ جب وہ اس کے برابر پہنچی تو وہ اچانک اس کے ہم قدم ہوا۔ ایک پل کو کنزہ ہڑ بڑائی۔ اگلے ہی پل اس کی نظر اس چہرے پہ پڑی تو سخت ناگواری نے اس کے چہرے کو اپنی حراست میں لے لیا۔ جسے برہان کی عقابی آنکھوں نے فوری پہچان لیا۔ اس کے لبوں کی تراش میں شوخ سا تبسم کھلا۔

"کیسی ہیں مس کنزہ؟" وہ شوخ انداز میں گویا ہوا۔

کنزہ کو حیرت نہیں ہوئی کہ وہ اس کا نام کیسے جان گیا تھا۔

"میرا نام تو آپ کو معلوم ہی نہیں ہو گا۔" وہ اس سے یوں مخاطب تھا گویا ان میں کافی اچھے مراسم رہے ہوں۔ کنزہ نے اسے نظر انداز کیا اور سڑک کا موڑ مڑ گئی۔ اسے اپنے کچھ دیر پیدل چلنے والے خیال پہ جی بھر کر غصہ عود آیا۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"خیر آپ نے پوچھا نہیں۔ میں خود ہی بتا دیتا ہوں۔" وہ بے تکلف دوست کی مانند ہم کلام تھا۔ کنزہ تیز قدموں سے چلنے لگی گویا اس سے پیچھا چھڑانے کی متمنی ہو لیکن برہان نے اپنے چھوٹوں قدموں کو بس ذرا سا پھیلا کر اس کا ساتھ پا لیا۔

"ناچیز کو برہان کمال کہتے ہیں۔" سینے پہ ہاتھ رکھے اس نے شوخ مگر تحمل آمیز انداز میں کہا۔ اس کا سانس متوازن تھا جبکہ تیز چلنے کے باعث کنزہ کا سانس کچھ پھول سا گیا تھا۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔ اور آئندہ میرے راستے میں مت آنا۔" ایک کاٹ دار نظر اس پہ ڈال کر کنزہ نے قطعی لہجے میں دھمکی دی جسے وہ ہوا میں اڑا گیا۔

"آئندہ؟ مطلب ابھی آ سکتا ہوں۔" اچانک ایک بڑا قدم اٹھاتے وہ اس کی راہ میں حائل ہوا تو اپنے تیز قدموں کو روکتے ہوئے بھی وہ اس سے ہلکا سا ٹکرا گئی۔ پھر جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔ اس کے صبیح چہرے پہ طیش و غضب کا گلال نمایاں تھا۔ بھوری آنکھوں میں خفگی اور سفید پرتوں میں آتشزدگی سے لیس ہتھیار تھے۔

برہان پہ سکتہ سا طاری ہو گیا۔ وہ اس کے دائیں طرف سے ہو کر گزرنے لگی تو برہان واپس ہوش و خرد میں لوٹا۔

"لگتا ہے آپ مجھ سے ناراض ہیں۔" اب کے وہ اس سے ایک قدم پیچھے چلنے لگا۔ نظر ایک پل کو کنزہ کے سایے پہ گئی۔ اس نے ذرا سا قدم بڑھایا تو اس کا اور کنزہ کا سایہ مدغم ہو گیا۔ اس کے چہرے پہ روشن و جان دار سرشاری اتر آئی۔ اندر کہیں عجیب سرور بخش کیفیت چھا گئی۔

"ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ اچانک پلٹی تو اس بار برہان اس کے وجود سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھا یہ لڑکی سڑک پہ کھڑے کھڑے اس کے چہرے پہ تھپڑ جڑ دیتی۔

"کہیں آپ مجھ سے خوفزدہ تو نہیں؟" اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے پچھلے فقرے کو سراسر نظر انداز کیے بھنویں اچکا کر پوچھا۔ اس لڑکی کو دیکھ کر جانے اس کی کونسی حس لطافت پھڑک اٹھتی تھی۔

"اس دن تو میں نے۔۔۔" برہان نے صفائی دینے کی کوشش کی۔ وہ صفائی دینے کا عادی نہیں تھا مگر اندر سے ایک آواز اٹھی تھی کہ سامنے کھڑی لڑکی ایک مسیحا ہے۔ایک بے داغ پردہ جسے داغ دار کرنے کا سوچنا بھی گناہ ہوتا۔ لیکن کنزہ اس کی بات کاٹ گئی۔ گویا اسے اس کے کسی جواز سے کوئی سروکار نہ تھا۔

"آپ اور آپ کے اس دوست نے مجھے ہراساں کرنا چاہا۔ میں اب بھی جا کر پولیس میں رپورٹ کر سکتی ہوں۔ لیکن صرف ایک انسان ہے جس کی وجہ سے میں یہ نہیں کروں گی۔" انگشت شہادت اٹھا کر مقابل کو ڈرانے کی پوری کوشش کی گئی۔ مگر مقابل کو ڈرانے والا پیدا ہی کہاں ہوا تھا؟

www.novelsclubb.com

"کون ہے وہ خوش قسمت؟" لہجے میں حسد ور قابت کی آمیزش شامل ہوئی تھی۔ کیوں ہوئی تھی؟ کیا برہان خود جانتا تھا اس کی وجہ؟

"میں صرف منشاء کی خاطر آپ دونوں کو ایسے ہی چھوڑ رہی ہوں۔ ورنہ مجھے ہراس کرنے کے جرم میں گرفتار کروا سکتی ہوں۔" انگشت شہادت ہنوز اس کی جانب

اٹھی تھی۔ لہجہ، الفاظ و انداز دھمکی دینے کی کوشش میں خوار ہو رہے تھے۔ برہان کو اس کا انداز پسند آیا۔ یہ بے ضرر لڑکی کہاں جانتی تھی کہ اس کی دھمکی بھی برہان کے لیے معصوم سی تھی بالکل اس کی طرح۔

"حالانکہ ہماری گرفتاری پہ سب سے زیادہ خوشی منشاء کو ہی ہو گی۔ آپ ایسا کریں پولیس کو فون کریں۔ اور ہمیں جیل بھجوا دیں۔ لیکن ایک منٹ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟" چہرے کو کچھ اور جھکاتے اس نے بھوری آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنے کی خواہش کی۔ کنزہ ہونق بنی کھڑی رہی۔ برہان کو چاہ کر بھی ان آنکھوں میں اپنا عکس اترتا نہ دکھا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹا لیکن اس کے بقیہ الفاظ اب بھی مقابل کو بے کیف کرنے والے تھے۔

"نہیں ہو گا۔ خیر اگر کبھی مجھے گرفتار کروانے کا دل کیا تو رابطہ کر لیجئے گا میں دل و جان سے حاضر ہو جاؤں گا۔" اس کے اتنے وثوق اور بے خوف انداز پہ ایک پل کو

کنزہ پہ سراسیمگی والی کیفیت طاری ہو گئی۔ کیسا عجیب شخص تھا؟اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی گرفتاری پہ حاضر ہو گا۔ وہ اسے گرفتار کروادے۔

بے اختیاری اور غائب دماغی میں برہان کمال کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بھی وہ نہیں دیکھ رہی تھی۔ لیکن برہان نے اس چہرے پہ نقش ان دو غلافی آنکھوں کو دیر تک دیکھا۔ پھر زیر لب شعر پڑھا۔

**سنا ہے حشر ہیں اس کی غزال سی آنکھیں**

**سنا ہے اسے ہرن دشت بھر کر دیکھتے ہیں**

اس کی مدھم سی سرگوشی پہ وہ گویا خواب سے جاگنے کی تگ ودو میں مگن ہوئی۔ اسے اپنا وجود سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ آنکھیں جھپک کر دوبارہ کھولیں تو دل چاہا کہ منظر سے سرمئی آنکھوں والا غائب ہو جائے۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ کی آنکھیں طلسم خیز ہیں۔ ان پہ پہرے باندھا کریں۔" اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کرتے وہ یوں غائب ہوا کہ کنزہ ابراہیم کے وجود میں سرد سی لہر دوڑ گئی۔ وہ سنسناہٹ کا شکار ہوئی تو ہوش و خرد لاپتہ معلوم ہوئے۔ اسے لگا یہ اس کا وہم ہے۔ وہ شخص صرف اسے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ اس کے پیچھے کیا مقصد ہو سکتا تھا مگر وہ اسے کامیاب ہونے نہیں دے سکتی تھی۔

اس نے رخ موڑا اور واپس چلنے لگی۔ ذہن منتشر سوچوں کو سوچ کر اتنا الجھ گیا تھا کہ ایک شخص اسے سڑک کنارے کھڑا جانے کیا کیا کہہ رہا تھا اس کا دماغ ڈھنگ سے جواب تک نہیں دے پا رہا تھا۔ اس نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کر سر کو زور سے دبایا۔ پھر وہی ہاتھ چہرے پہ لے جا کر ٹھوڑی تک لے جانے کے بعد واپس پہلو میں گرا لیا۔ اس حرکت کے دوران وہ ارد گرد کی ٹریفک سے قطعی لاعلم سڑک پہ پہنچ گئی تھی۔ اس سے قبل کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہوتی ایک وجود نے اسے بازو سے تھام کر سائیڈ پہ کیا۔ اس اچانک افتاد پہ اس کا دل سکڑ کر پھیلا۔ پلکوں کی جھالریں یکلخت

آنکھوں پہ جھکتے سایہ فگن ہوئیں۔ خبط الحواسی کے باعث رخسار کے تمام نقوش کھینچے گئے۔ محافظ کو دیکھا تو آنکھوں کی پتلیاں مزید سکڑ گئیں۔

"منشاء" ہلکے بھورے رنگ کی جینز پہ ٹائٹ سفید ٹی شرٹ اور سر کے بالوں کو کس کے پونی ٹیل میں باندھے اور اس پہ پی کیپ پہنے کھڑی لڑکی منشاء درانی تھی۔ پچھلے کئی لمحات کے ہونق پن کیفیت میں یہ پہلا مقام تھا جب کنزہ کے رخسار پہ طمانیت بکھری۔ آہستہ آہستہ تنے اعصاب بھی ڈھیلے پڑے۔

"مجھے لگا دماغ کے ساتھ ساتھ یادداشت بھی چلی گئی ہو گی۔" اس کو بازو سے تھام کر کیفے کے باہر موجود میز کی ایک کرسی پہ بٹھاتے اس نے نرم سا طنز کیا تو کنزہ کو شرمندگی نے آن گھیرا۔

"میری طبیعت شاید خراب ہے۔" چہرے پہ چھیڑ خانی کرتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستے وہ تذبذب سے گویا ہوئی۔

"تم ہسپتال گئی تھی؟" وہ اس سے یوں مخاطب ہوئی جیسے برسوں پرانی سہیلی ہو۔ ویسا ہی اپنائیت بھرا غصہ اور تفکر سے ماہ جبین پہ چھائی لکیریں۔ کنزہ کے لبوں کی تراش میں تبسم کی کلی چٹخی۔

"میں نے لطیفہ نہیں سنایا۔" اس کی ہنسی کو مزاح سمجھتے وہ خفگی سے بھرپور لہجے میں بولی تو کنزہ کی مسکراہٹ مزید پھیلی۔

"تم بہت پیاری ہو منشاء! اتنی پیاری کہ میرا دل چاہ رہا ہے تمہیں گلے لگا لوں۔" کنزہ بے اختیاری میں محبت سے لبریز لہجے میں بولی تو وہ اس کے بے تکلفانہ مخاطب کیے جانے پہ کچھ جھینپ سی گئی۔ گال الگ ہی سرخ ہونے لگے۔

"کیا زمانہ آ گیا ہے اب لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کریں گیں۔" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا تو کنزہ کی طبیعت پہ چھائی ساری کلفت ہی چھٹ گئی۔ وہ قہقہہ لگا گئی۔ پاس کی میزوں پہ موجود افراد نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا جس کے خوبصورت نرم بال ہوا کے دوش پہ اس کے چہرے کے ارد گرد لہراتے اسے ایک

www.novelsclubb.com

مسحور کن تاثر دے رہے تھے۔ چہرے پہ چھائی پر سکون مسکراہٹ اسے ایک نرم دل لڑکی کا سنہرا روپ دے رہی تھی۔

"جانتی ہو مجھے تم سے مثبت وائبز آتی ہیں۔ یقین جانو اتنی مثبت وائبز تو مجھے کبھی کسی وجود سے نہیں آئیں۔ پتا نہیں تم میں کوئی کشش ہے جس کے باعث تم سے انسیت ہو گئی ہے۔ دیکھو میں عجیب سی دگرگوں کیفیت سے گزر رہی تھی لیکن تمہیں دیکھ کر جھٹ پٹ سب ہٹ گیا۔" کنزہ کے الفاظ نہیں تھے سرشاری کا کلام تھا۔ ایسا کلام جس نے منشاء درانی سے قوت گویائی ضبط کر لی۔ وہ حیران کن انداز میں کئی لمحات اسے دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ کنزہ کو اس کے آگے ہاتھ لہرا کر اسے متوجہ کرنا پڑا۔

"کیا میں اتنی اچھی لگ رہی ہوں؟" آنکھیں پٹپٹا کر کہتے وہ واقعی معصوم کلی دکھ رہی تھی۔

"ک۔۔ کیا مطلب؟" وہ ہکلا کر بولی۔ افف ایک تو کنزہ کی شرارت سے بھرپور نگاہیں۔ الفاظ گم نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔

"تم کب سے مجھے دیکھ رہی ہونا۔" اس کی شرارت سمجھتے منشاء نے اس کے کندھے پہ ہلکی سی چپت رسید کی تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

"مجھے ایک بار پھر سے بچانے کا شکریہ" اس کے ممنون انداز پہ منشاء کے حلق میں گولا بنا جسے اس نے بمشکل نگلا۔ سامنے بیٹھی لڑکی کتنی معصوم اور بے ضرر تھی۔ شاید اسی کی طرح۔ ڈیڑھ برس قبل وہ بھی تو ایسی ہی تھی۔ اپنے کام سے کام رکھنے والی۔ پر خلوص، محبتوں کی امین۔ جس کے چہرے پہ فکر معاش کے ساتھ زندگی کی لہر بھی دوڑا کرتی تھی۔ اذیت و کرب کے مقام سے گزرنے کے بعد اس کی زندگی کی بساط ہی الٹ گئی تھی۔ محبت کی جگہ نفرت نے لے لی تھی۔ زندگی کا مقصد خوشیاں کشید کرنا نہیں انتقام لینا بن گیا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ ماضی کے دریچوں

میں فنا ہوتی کنزہ کی نرم آواز نے اس کا دھیان اپنی جانب منعطف کرتے اس کا مان سلامت رکھ لیا۔

"کیا کھاؤ گی؟" میز پہ پڑا مینیو کارڈ اٹھاتے اس نے اپنائیت سے پوچھا۔

"کچھ۔۔۔ کچھ نہیں" کمزور لمحات کا خیال ہی سوہان روح ہوتا ہے۔ جب جب وارد ہوتا ہے انسان سے اس کا اعتماد چھین لیتا ہے۔

"کیوں نہیں کھاؤ گی۔ میری فکر میں گھل کر تم نے میرا اتنا خیال رکھا تھا۔ میں ایسے نہیں جانے دوں گی۔" وہ پر خلوص لہجے میں بولی۔ منشاء اس شفاف دل کی مالکن کو کیسے بتاتی کہ اس کے وجود سے وہ کتنی بیزار تھی۔ وہ اسے کیسے آگاہ کرتی کہ اسے فرسٹ ایڈ مجبوری میں دیا تھا محبت یا فکر میں نہیں۔ وہ کیسے ایک پیکر وفا سے یہ عرض کرتی کہ پہلی ملاقات کے آخری لمحات میں اس نے منشاء درانی پہ بھروسہ کرتے اس پہ کوئی ایسا اسم پھونکا تھا کہ وہ اس کے کٹھور اور نفرت سے لبریز دل کو موم کر گیا تھا۔

"تم حساب چکانا چاہتی ہو؟" وہ بلاوجہ تلخ ہوئی۔

"کیسا حساب؟" بھوری آنکھوں میں کم فہمی اتری۔

"میں نے تمہاری خدمت گزاری کی تو تم بھی یہی کرو گی۔" وہ بنا جواز تلخ ہوئی۔

شاید مقابل پہ مان سا ہو رہا تھا۔

"تم نے کہا تھا کہ ہم دوست بن جائیں۔" وہ اس کے تلخ لہجے کو نظرانداز کیے اپنے ازلی پرسکون لہجے میں گویا ہوئی۔

"لیکن تم نے مسترد کر دیا تھا۔" اب کی بار انداز میں دکھ کی آمیزش شامل ہوئی تھی۔ اپنی حیات میں پہلی بار ہی تو اس نے کسی کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا وہ بھی رد ہو گیا تھا۔

"آئی ایم سوری فار دیٹ۔ میں اس وقت حواسوں میں نہیں تھی۔"اس کے ہاتھ پہ اپنا نرم ہاتھ رکھتے کنزہ نے معذرت کی۔اسے کوئی حق نہیں تھا کسی کے جذبات مجروح کرنے کا۔

"بیوقوف لڑکی تم اتنے شگفتہ و کومل احساسات کیوں رکھتی ہو؟ تم حق بجانب تھی۔ سر راہ دوست بنانا قطعی عقلمندانہ حرکت نہیں ہے۔" مقابل کے الفاظ پہ منشاء تڑپ کر بولی۔اس سے بہتر کون جان سکتا تھا کہ حبس بے جا میں رکھے جانے کے بعد ایک لڑکی کا رویہ کیسا ہوتا ہے۔

"گھر جانے کے بعد سے لے کر اب تک میں نے تمہیں بہت یاد کیا تھا منشاء اور مجھے احساس ہوا کہ تم تو دوستی سے بھی کوئی بلند مقام پا چکی ہو۔" جگنوؤں کی چمک لیے وہ بھوری آنکھیں مسرت وانبساط کے احساس سے چمکی تھیں۔

"اب ایموشنل نہ ہو۔ایک اٹالین پیزا منگواو۔ساتھ ساس لازمی ہونا چاہئے۔اور ہاں چاکلیٹ کیک بھی۔" منشاء نے بات کو ہلکا پھلکا رخ دیا تو وہ مسکرائی۔

"جو حکم"

"ویسے یہ کھانا کس خوشی میں ہو گا؟"اب کہ منشاء درانی کے چہرے پہ بڑی پر خلوص مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"ہماری ایک عظیم دوستی کی بنیاد کی خوشی میں۔"کنزہ نے پہل کرتے اسے مسرت وانبساط بخشا۔وہ دونوں کئی دیر تک اس نئے احساس کے زیر اثر مسکراتی رہیں۔دور کھڑے برہان نے زندگی میں اتنی پر نور مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔یہ اس کے جذبات تھے یا آنکھوں کا دھوکہ لیکن اس نے اقرار کیا کہ کھلے بالوں والی وہ لڑکی اس کے دل کے ساتھ چھیڑ خانی کر گئی تھی۔اس نے زیر لب شعر پڑھا۔

**جلوہ دکھائے جو وہ اپنی حسن آرائی کا**

**نور جل جائے ابھی پھر چشم تماشائی کا**

اس نے بمشکل وہاں سے قدم ہٹائے۔کیونکہ اس کا کام اس کا منتظر تھا۔

☆☆☆


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وجدانی فارما سے باہر نکلتے ان کا رخ اس تہ خانے کی جانب تھا جہاں تمام ادویات کا سٹاک موجود تھا۔انہیں ایک بار اس کا جائزہ لینا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ اندر داخل ہوتے ایک متعلقہ نمبر سے موصول ہونے والی کال پہ ٹھہر گئے۔ پھر ارد گرد کے سٹاف سے معذرت کرتے وہاں سے ہٹے اور فون کال ریسیو کرتے اسے کان سے لگایا۔

"کیا مطلب کہ پچھلا سٹاک اٹک چکا ہے؟"ان کا لہجہ سخت و سنجیدہ ہوا تھا۔سٹاک اٹکنے کا اصل مفہوم انہیں بخوبی سمجھ آرہا تھا۔

"انہوں نے ہمارے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔"مقابل نے گویا بڑی سنسنی خیز خبر سنائی تھی۔

"اس نے نہیں میں نے اس کے ساتھ کیا معاہدہ توڑا ہے۔"آنکھوں پہ دھرے فریم کو اتارتے انہوں نے مقابل کی تصحیح کرنا اشد سمجھا۔

"مگر سر وہ۔۔۔"

"یہ وہ کیا؟ اگر اسے یہ لگتا ہے کہ اس طرح مجھے نقصان پہنچا کر وہ اپنی جیت پہ جشن منائے گا تو میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ اس بزنس پہ میری انتھک محنت ہے میں اسے برباد ہونے نہیں دوں گا۔" ان کے لہجے میں سفا کی اتری۔

"یہ کھیپ یو ایس اے جائے گی اور ہر صورت جائے گی۔" ان کی آنکھوں میں پر عزم اعتماد جھلکا۔

"مگر سر یو ایس اے کے ائیر پورٹ کی انتظامیہ کو کون ہینڈل کرے گا؟" مقابل ہنوز کشمکش کا شکار تھا۔

"تم سے کس بیوقوف نے کہا کہ یہ کار گو سیدھا یو ایس اے جائے گا۔ راستہ تبدیل کرو۔ میکسیکو بہترین انتخاب ہے۔ سارے انتظامات مکمل کرو۔"

"ٹھیک ہے سر"

انہوں نے فون بند کر دیا۔اندر کہیں ایک خوف سے بھرپور جذبہ سر اٹھا رہا تھا اگر اس شخص نے طبّی آلات کی وہ کھیپ ضائع کروا دی تو نقصان کی بھرپائی کتنی مشکل ہو جائے گی۔ مگر انہیں یہ خطرہ مول لینا تھا۔دشمن نے کوئی دوسرا راستہ نہیں چھوڑا تھا۔

☆☆☆

وہ گھر لوٹی تو چال میں سرشاری سی تھی۔ کوئی ایسا انسان جو آپ کو اپنا آئینہ لگے۔ جسے دیکھ کر آپ کا دل گدگدائے۔ جس سے بات کرنا آپ کو ہر فکر سے آزاد کرے۔ایسے انسان سے دوستی کا رشتہ استوار ہو تو خوشی یونہی وجود کا حصہ بنتی ہے۔ اس نے باہر کبھی دوستیاں نہیں کی تھیں۔ صوفیا سے دوستی میں بھی صوفیا کا ہی ہاتھ تھا۔وہ ہر وقت اس کے ارد گرد رہتی تھی۔ شوخ پن اور پاکستانیوں سے شدید اوبسیشن ہی اسے کنزہ کے لیے خاص بنا گیا۔جب پاکستان اس کے لیے خاص تھا تو پاکستان سے محبت کرنے والے بھی اس کے پسندیدہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے

www.novelsclubb.com

۔ عرصہ جرمنی میں گزار کر بھی اس کا دل کبھی کبھار اپنی مٹی میں جانے کو ہمکتا تھا جس کا تذکرہ وہ کئی بار ابراہیم سے کر چکی تھی۔انہوں نے کہا تھا کہ وہ تینوں ایک ساتھ جائیں گے۔ابراہیم، حدید اور کنزہ۔وہ خاموش ہو گئی تھی۔کیونکہ حدید پاکستان جانے کے لیے راضی نہ تھا۔مگر اب تو وہ پاکستان سے ہو آیا تھا۔اپنے خوف سے لڑ آیا تھا۔اب وہ پاکستان جا سکتی تھی۔مگر کیا واقعی اب وہ تینوں پاکستان جا سکتے تھے؟

اس خیال نے اس کے دماغ پہ کاری ضرب لگائی۔اسے اپنی حساسیت پہ شدید غصہ عود آیا۔اس نے سر جھٹک کر سابقہ کیفیات سے جان چھڑائی۔

ابراہیم وجدانی کی غیر موجودگی بھانپتے اس کی جبین پہ تفکر کی پرچھائیاں چھائیں۔ اس نے بنا گرد و پیش ان کا نمبر ملا کر فون کو کان سے لگایا۔

"کہاں ہیں آپ بابا؟" رابطہ جڑتے ہی وہ متفکر سی بولی۔

"میں چیک اپ کروانے آیا تھا بیٹا۔ بس واپس آ رہا ہوں۔ تم یونیورسٹی سے کب آئی؟" انہوں نے شفیق اور نرم لہجے میں اپنی خیریت سے آگاہ کرتے اس کی خیریت دریافت کی۔

"ابھی آئی ہوں۔ آپ بھی آ جائیں جلدی۔ میں اس وقت تک کھانا تیار کرتی ہوں۔" بیگ کو اس کی جگہ پہ رکھتے اس نے عام سے انداز میں کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں گھر کے کام کرنے کی۔ میں واپس آتا ہوں پھر ہم اپنے فارم ہاؤس پہ جائیں گے۔ اور کھانا تمہارے پسندیدہ ریسٹورنٹ سے آرڈر کریں گے۔" انہیں کنزہ کا گھریلو کام کرنا کچھ خاص پسند نہیں تھا۔ کبھی کبھار کچھ پکا لینا یا پودوں کی تراش خراش دیکھ لینے تک ٹھیک تھا۔ مگر اس سے زیادہ کی وہ اجازت نہیں دیتے تھے۔ ان کی بیٹی کو ایمپائر سنبھالنی تھی۔ حدید اور کنزہ نے وجدانی فارما کو پوری دنیا میں منوانا تھا۔ وہ انہیں عام لڑکیوں کی طرح نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان کی بیٹی خاص تھی۔

www.novelsclubb.com

"بس ہم دونوں؟" وہ اداسی سے پوچھ بیٹھی۔

"ہاں ہم دونوں"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہو جاتی ہوں۔" انہوں نے ہنکارا بھر کر فون کاٹا۔ کنزہ کی بے کلی منشاء کی آمد پہ چھٹ گئی تھی۔ لیکن حدید کے بغیر فارم ہاوس جانا اسے بالکل پسند نہیں تھا۔ اب بھی اسی وجہ سے اس کا دل بھاری ہو گیا۔ شہر وز بخت سے ہوئی ملاقات کہیں پس منظر میں گم ہو گئی تھی۔

☆☆☆

وہ اپنا سوٹ کیس گھسیٹ کر ائیر پورٹ کی طویل راہداری کو پار کرنے کے درپے تھا کہ ایک نسوانی آواز پہ رک کر پیچھے دیکھا جہاں بے ریا مسکراہٹ چہرے پہ سجائے کھڑی اس ڈیسنٹ خاتون کو پہچاننے میں زید کو چنداں دیر نہ لگی۔

"کتنا حسین اتفاق ہے۔" نازش مسرور سی بولیں تو زید نے ان کی مسکراہٹ کا ساتھ دیا۔ انہیں یہاں دیکھ اسے واقعتاً خوشی ہوئی تھی۔ کیوں؟ اس کی وجہ سے فلوقت وہ لاعلم تھا۔

"برلن میں خوش آمدید لیڈی!" زید نے سر کو خم دینے کے ساتھ کمر کو بھی جھکا کر تعظیم پیش کی تو نازش اس کے انداز پہ کھلکھلائیں۔

"اتنے پیارے طریقے سے کبھی کسی نے مجھے ویلکم نہیں کیا۔" ان کے انگ انگ سے خوشی جھلک رہی تھی۔ پہلے فیملی کے پاس آنے کی مسرت پھر اس لڑکے سے دوبارہ ملاقات کی خوشی۔

www.novelsclubb.com

"ہر کوئی زید نائک تو نہیں نا ہوتا۔" بالوں میں ہاتھ پھیرتے اس نے شرارت سے کہا۔

"اس بات پہ سو فیصد متفق ہوں۔"

"ایک سو ایک کیوں نہیں؟" وہ دو بدو شرارت سے بھرپور انداز میں بولا تو نازش کو اس کا انداز بہت بھایا۔ اندر ہی اندر وہ اسے اپنا داماد بنانے کے لیے پیش کی ہوئی عرضی پہ مہر لگا چکی تھیں۔ ریجا کے ساتھ ایسے ہی بندے کا ساتھ ہونا چاہئے تھا۔

"وہ ایک فیصد اپنے ہسبینڈ کے لیے بچا کر رکھا ہے۔" انہوں نے رازدانہ انداز میں سرگوشی کی۔ زید مسکرایا۔

"بہترین زماں و مکاں پہ ملاقات ہونا ہر کسی کے نصیب میں کہاں ہوتا ہے۔ اب ہم مل گئے ہیں تو تمہیں ابھی اپنے شوہر سے بھی ملواؤں گی۔ اور ابھی سے ڈنر پہ مدعو ہو۔" خاصے مان سے بلاوا دیا۔

www.novelsclubb.com

"اتنی نوازشوں کا شکریہ" زید نے خوش اخلاقی سے تشکر ادا کیا تو وہ اس کے اس انداز پہ بھی واری گئیں۔

"بیوی ساتھ پاکستان نہیں گئی تھی؟" اچانک خدشے نے سر اٹھایا تو انہوں نے مزید تفتیش کرنے کا سوچا۔ نتیجتاً پہلا سوال حاضر تھا۔

"کس کی بیوی؟"زید نے اچنبھے سے پوچھا۔

"تمہاری اور کس کی؟"ان کے جواب پہ زید کا قہقہہ برآمد ہوا۔

"بیوی کو ساتھ لے کر جانے کے لیے بیوی کا ہونا شرط لازم ہے۔"اس نے قدرے جھک کر اپنا مسئلہ پیش کیا تو فہرست میں سے پہلے سوال کے اپنے مطابق جواب پہ نشاندہی کر کے انہیں سکون ملا تو وہ اگلے سوال کی طرف بڑھیں۔

"منگیتر کو بھی لے کر جایا جا سکتا ہے۔آفٹر رول اتنا تو ہمارا معاشرہ اوپن مائنڈڈ ہو ہی چکا ہے۔"اب کہ دوسرا سوال حاضر تھا۔مگر انداز خاصا مختلف تھا۔زید کچھ کنفیوز سا ہوا۔

"لاکھ وسیع نظری سہی مگر منگیتر کو لے کر جانے کے لیے منگیتر بھی تو ہونی چاہیئے۔"ایک بار پھر اسے شدید سنگل ہونے کا ملال ہوا۔

"اتنے پیارے ہو گرل فرینڈز تو بہت ہونگیں۔" تیسری اور آخری پھانس کو بھی نکل ہی جانا چاہیئے تھا۔ سو موقع تاک کہ پوچھ لیا۔

"ڈئیر لیڈی آپ ایسے کیوں تفتیش کر رہی ہیں جیسے آپ کے پاس کوئی بہترین رشتہ موجود ہے۔" وہ ان کے مسلسل شادی کی طرز کے سوالات پہ اپنے تجسس کو دبا نہ سکا۔

"اب میں کوئی رشتہ کروانے والی خاتون دکھتی ہوں کیا؟" نازش برا منا گئیں۔

"گستاخی معاف لیڈی! بس تجسس غالب آگیا۔" اس نے فوری معذرت کی تو نازش نے سر ہلاتے معافی قبول کی۔ آن کی آن ان کی نگاہ زید کی پشت سے کافی دور کھڑے شخص پہ پڑی تو چہرے کی رونق میں اضافہ ہو گیا۔

"ارے شہروز آ گئے۔" زید نے ان کی نگاہ کا پیچھا کیا اور دور کھڑے اس شخص کو دیکھ اس کی مسکراہٹ سمٹی۔ وہ شخص ابھی ان کی جانب متوجہ نہیں تھا مگر زید نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اور ابھی اس وقت یہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت تھی۔ اس نے

نازش کا دھیان بھٹکتا دیکھ نہ آگے دیکھا نہ پیچھے اور اپنا بیگ گھسیٹتے موقع سے فرار ہو گیا۔ شہروز اور ریجا کے قریب بڑھتے نازش کے انگ انگ سے خوشی جھلک رہی تھی۔ ایک ماہ بعد محبتوں کی وارث اکلوتی دختر اور اپنی محبت میں بے مثال شوہر کو اپنے روبرو دیکھ ان کے چہرے پہ دلفریب مسکراہٹ نے اجارہ داری اختیار کی ہوئی تھی۔ سارا ائیر پورٹ دھندلا ہو گیا تھا۔ صرف وہ دو وجود نگاہ میں تھے جو مسکراتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اور اگلے ہی پل ریجا ان کے بازوؤں میں جھول گئی۔

"افف ماما میں نے آپ کو بہت بہت بہت زیادہ مس کیا۔" ماں کے گال چومتے وہ شدت جذبات سے مغلوب ہو کر بولی تو نازش نے جواباً اس کے گال پہ چٹکی بھری۔

"جھوٹ بول رہی ہے بیگم صاحبہ!" شہروز نے بیٹی کا پردہ نہ رکھنے کا عہد باندھ لیا۔

"خاموش رہیں بابا! آپ حسد میں میری اور ماما کی چپقلش کروانے کے متمنی ہیں اور یہ میں ہونے نہیں دوں گی۔" باپ کو میٹھی سی سرزنش کرتے وہ ماں کے بازو میں بازو ڈال کر کھڑی ہو گئی۔

"بابا ہیں ریجا" نازش نے ڈپٹا۔

"نہیں بھئی یہ آپ کے جیلس شوہر ہیں۔ جو اپنی ہی بیٹی سے جل رہے ہیں۔" ماں کی بات کا اثر لیے بغیر اس نے اپنے نادر خیالات کا اظہار کیا۔

"بری بات" اب کہ انہوں نے اس کے سر پہ چپت رسید کی جو باپ کی شہہ پہ باپ کے ہی خلاف محاذ کھولے بیٹھی تھی۔

"جانے دیں بیگم صاحبہ! اس کی یہی شرارتیں تو میری زندگی کا اصل محور ہیں۔"

نازش سے لپٹی ریجا کے گرد بانہیں پھیلاتے انہوں نے اپنی عزیز از جان بیوی کے گرد بھی گھیرا باندھا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے کیوں کباب میں ہڈی کی طرح دم گھوٹنے کے لیے رکھا ہے۔" وہ تیزی سے باہر کو ہوئی تو شہروز نازش کے کان کے پاس جھکے۔

"مس یو آلوٹ" جذبات کی شدت غالب آئی ہوئی تھی۔

"می ٹو" ان کی جیکٹ کے کالر کو درست کرتے انہوں نے بھی محبت سے جواب دیا۔ یہ ایک ماہ کی غیر دستیابی اور ماضی کی پشیمانی کا ہی نتیجہ تھا کہ آج انہیں اپنے شوہر پہ ٹوٹ کے پیار آرہا تھا۔

"مانا کہ ہم جرمنی جیسے کھلے ماحول والے ملک میں ہیں۔ پر اگر یہ رومانس گھر جا کر ہو جائے تو مضائقہ تو نہیں؟" اس کے اتنے بے باک تبصرے پہ نازش کے کان کی لوئیں تک سرخ پڑ گئیں۔ اسی وقت انہیں یاد آیا کہ وہ توزید کو اپنی فیملی سے ملوانے والی تھیں۔ اگر وہ بچہ یہیں کھڑا ہوا تو۔۔۔۔ افففف وہ آگے سوچنا بھی نہیں چاہتی تھیں۔ انہوں نے ڈرتے ہوئے رخ موڑ کر دیکھا مگر اسے کہیں نہ پایا۔

"سمجھ نہیں آرہی خوش ہوں یا اداس" دھیمی سی بڑبڑاہٹ پہ شہروز نے ان کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے آپ کو کسی سے ملوانا تھا۔" چہرے پہ بے نام سے اداسی جھلکی جس پہ شہروز کے ماتھے پہ شکنیں نمودار ہوئیں۔

"یہاں پر؟" وہ مستفسر ہوئے۔

"ہاں وہ یہیں تھا۔ میں اس سے پاکستان میں ملی تھی۔۔۔"

"لو بھئی لگتا ماما کو کوئی اور پسند آگیا۔ بابا آپ تو گئے۔۔۔" ریجا مصنوعی افسوس سے بولی۔

"شٹ اپ ریجا" اس سے قبل کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی شہروز کی کرخت آواز گونجی۔ ایک ہی پل میں ریجا کو اپنے الفاظ کی نزاکت کا احساس ہوا۔

"آئی ایم سوری" وہ ندامت کے زیر اثر سر جھکا گئی۔ جانتی تو تھی کہ اس کے بابا اس کی ماما کو لے کر کس حد تک ٹچی ہیں۔ اسے تول کر بولنا چاہئے تھا۔

"غلط نہیں کہا میری بیٹی نے۔ مجھے واقعی کوئی پسند آگیا ہے۔" نازش نے بیٹی کی حمایت کی تو اب کی بار شہروز کا دنگ چہرہ فریم میں ابھرا۔ ان کی صدمے سے بھرپور نظروں کو دیکھتے نازش نے فوری وضاحت پیش کی۔

"لیکن اپنی ریجا کے لیے پسند آیا ہے۔" کلام مکمل ہوا تو جہاں شہروز نے سکون کا سانس خارج کیا وہیں ریجا کے چہرے کے سارے زاویے بگڑے۔

"ماما آپ کو رشتہ ڈھونڈنے نہیں بھیجا تھا یار" اس بات پہ آ کر اس کی سابقہ ندامت جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔

"مگر اب تو مل گیا۔" وہ کندھے اچکا کر بولیں۔

"میں بات نہیں کر رہی۔" ریجا نے ناراضی دکھائی۔

"باقی باتیں گھر کے لیے رکھیں۔ سردی ہو رہی ہے۔اور بیگم صاحبہ آپ نے گرم کپڑے کیوں نہیں پہنے ؟"نازش کے گرد اپنی جیکٹ پھیلاتے انہوں نے فکر مندی سے کہا۔ان کی جیکٹ کو خود پہ درست کرتے وہ مدھم سا مسکرائیں۔

انہیں اسی محبت کی ہی تو تلاش تھی۔پچھلا ایک ماہ انہوں نے یہی فکر مندی، یہی مان، یہی التفات یاد کیا تھا تو ان کے اندر احساس ابھرا کہ شہروز بخت ان کی زندگی کی وہ عادت ہیں جن کے بغیر وہ سانس تک لینے سے قاصر ہو چکی ہیں۔

وہ تینوں گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔دور کھڑے زید نے سارے منظر کو یادداشت میں محفوظ کرتے دوسری طرف رخ کیا۔وہ سن تو کچھ نہیں پایا تھا مگر دیکھ بہت کچھ گیا تھا۔اس نے مٹھی میں بھینچی یو ایس بی پہ گرفت سخت کی۔

☆☆☆

وہ ابراہیم کے ہمراہ فارم ہاوس چلی آئی تھی۔کئی ماہ بعد یہاں آنا وہ بھی حدید کے بغیر۔اس کا دل بیزاریت اختیار کیے اچاٹ سا تھا۔مگر چہرے کے تاثرات میں اتری



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بے چینی کو مغلوب کرنے کی کوشش میں لبوں پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائی ہوئی تھی۔ وہ اس وقت ابراہیم کے ہمراہ ان کے کمرے میں صوفے پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اس سے چند گز کے فاصلے پہ کرسی پہ بیٹھے تھے۔ سیبوں سے بھری ٹوکری میں سے ایک سیب نکال کر اس نے اسے کاٹنے کے لیے چھری والا ہاتھ سیب کے اندر پیوست کیا۔

"خاموش کیوں ہو؟" باپ کے استفسار پہ سیب کاٹتے اس کے ہاتھ یکلخت ہی تھمے۔

"بس ویسے ہی" اپنے اندر کی بے چینیوں کو چہرے تک لانے سے روکتے ہوئے عام سے انداز میں جواب دیا۔

"ہر ردعمل کے پیچھے ایک عمل متحرک ہوتا ہے۔" وہ اس کے چہرے پہ چھائے حزن کو دیکھ مستفسر ہوئے جسے کنزہ نے تو چھپانے کی حتی الامکان سعی کی تھی مگر مقابل اس کا باپ تھا جو اس کی ہر حس سے آشنا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اگر عمل ہی قابل شکست ہو تو؟" جواب کی بجائے سوال حاضر تھا۔ بھوری آنکھوں نے باپ کے چہرے پہ نظر ثانی کرتے واپس سیب پہ نگاہیں گاڑھ دیں۔

"بے چین کیوں ہو؟" سوال پہ سوال کی کیفیت ہو گئی۔

"اداس ہوں۔" گویا اقرار بھی کیا ہو اور رد بھی کر دیا ہو۔

"وجہ نہیں بتاؤ گی؟" اس کی جھکی نگاہوں اور جھکے سر کو دیکھتے پدرانہ شفقت سے پوچھا۔

"آپ جانتے ہیں۔"

"ہر بار باپ دل کی بات جان جائے یہ ضروری نہیں ہوتا۔" انہوں نے اسے مزید بولنے پہ قائل کیا۔

"مگر یہ بات آپ جانتے ہیں روز اول سے عیاں ہے۔" ایک قاش ان کی طرف بڑھاتے وہ دوسری کا چھلکا اتارنے لگی۔

"وہ ڈسٹرب ہے۔" حمایت کرنا چاہی۔

"کیوں؟ کم از کم میں اس کی وجہ نہیں ہوں۔" چھری پہ گرفت مزید مضبوط ہوئی۔ اندر ابھرتے طوفان کو باہر آنے سے روکنے کی تگ ودو میں مٹھی بھینچی گئی تھی۔

"تمہیں الزام کب دیا؟ تم کیوں خود کو ملوث کر رہی ہو؟" وہ اپنی بیٹی کو لے حد درجہ تکلیف میں آرہے تھے۔ کنزہ کا بے چین وجود ان کے لیے سوہان روح بن رہا تھا۔

"پھر وہ آیا کیوں نہیں؟ میں جانتی ہوں اس نے یہاں آنے سے بھی انکار کیا ہے۔ ورنہ آپ کبھی اس کے بغیر یہاں نہیں آتے۔" اس نے ادھ چھلی قاش کو واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

"تم زیادہ سوچ رہی ہو۔ ذہن کو پر سکون رکھا کرو۔" انہوں نے اس کے پاس بیٹھتے اس کے بالوں کو سہلایا۔ ان کی بیٹی حدید کو لے کر ضرورت سے زیادہ جذباتی تھی۔ یہ بات وہ جانتے تھے اور ہمیشہ سے جانتے تھے۔

"ممکن نہیں ہے۔" اس کا سر نفی میں ہلا۔

"وہ میرے پیچھے نہیں آیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے میری اندرونی خلفشار نہیں دکھی۔ اس نے ایک بار پلٹ کر آنے کی زحمت نہیں کی۔" شکوے تھے اور بہت اپنے سے تھے۔ بے پناہ تھے اور بے حد قابل غور تھے۔

وہ اپنی کیفیت اپنے باپ سے نہیں چھپا سکتی تھی۔ دل کا غبار نکالنے کی پہلی قسط ادا کی تو ابراہیم نے نگاہیں جھکا لیں۔

"وہ مصروف ہے کنزہ!" عجیب بے بسی تھی۔ ایک طرف حدید تھا جس کے وجود کی قیمت کوئی ابراہیم سے پوچھتا۔ تو دوسری جانب کنزہ جس کے آگے وہ ہمیشہ سے بے بس رہے تھے۔

"بس کر دیں بابا! وہ مصروف نہیں ہے اکتا گیا ہے۔" وہ شکست خوردہ سی بولی۔ ذہنی تھکن حد سے سوا ہو رہی تھی۔

"کس سے اکتائے گا؟" انہوں نے چونک کر پوچھا۔

"زبردستی کی ذمہ داری سے اور شاید دوستی سے بھی۔" بدگمانی نے شدت سے پنجے گاڑ دیے تھے۔

"وہ پچھتاوے کا شکار ہے۔" ان کے لہجے میں ایک خاص ٹھہراو در آیا۔ کنزہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"یہ اس نے کہا آپ سے؟" دل میں ایک نرم سی دستک ہوئی تھی۔ بدگمانی نے چھپنے کی کوشش کی تھی۔

"وہ برسوں سے میرے ساتھ ہے کنزہ! اس کی ہر رمز سے آشنا ہوں۔" انہیں خود پہ یقین تھا۔ اپنے اندازوں پہ اعتماد تھا۔

"اس ظن و تخمین سے کم از کم میں مطمئن نہیں ہو سکتی۔" اس نے پلیٹ کو گود سے اٹھا کر پرے رکھا۔ اور صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تمہیں اس سے ملنا چاہئے۔" وہ کچھ سوچ کر گویا ہوئے۔

"کیوں بابا؟ میں ہی کیوں پہل کروں؟ وہ کیوں نہ آئے؟" وہ تلخ ہوئی۔ آواز بھی بلند ہو گئی۔

"وہ ہمیشہ آیا ہے کنزہ! اگر اس بار نہیں آیا تو اس کے پیچھے وجہ ہے۔ تم اپنے دماغ میں شک و شبہات کو جنم دو گی تو زندگی مشکل ہو جائے گی۔ ہر کسی کے عمل کے پیچھے ایک داستان پوشیدہ ہوتی ہے۔ خود جاؤ اس کے پاس۔ پھر تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کیوں نہیں آیا۔" کنزہ کے ذہن میں الجھی گتھی کی چند کڑیاں سلجھنے کے قریب ہوئیں۔ اس نہج پہ تو وہ سوچ ہی نہ پائی۔ وہ حدید سے اس قدر بدگمان کیسے ہو سکتی تھی؟ اسے خود پہ افسوس ہوا۔ کئی لمحات سرک گئے۔ کئی ساعتیں بیت گئیں۔

"میں جاؤں گی۔" وہ پرعزم ہوئی۔ آنکھوں میں امید کا دیا جلا۔

"دیٹس لائک مائی گرل!" وہ اس کو اپنے ساتھ لگا گئے۔ پھر اس کے کھلے بالوں والے سر پہ بوسہ دیا۔ایک تراوٹ سی تھی جو کنزہ کے وجود میں اتر آئی۔

"بابا میں کھانا بناؤں گی اور آپ مجھے منع نہیں کریں گے۔" اس نے باپ سے الگ ہوتے اعلانیہ کہا۔ لہجے میں خوشگواری در آئی تھی۔ابراہیم نے سکھ کا سانس بھرا۔

"تمہاری خوشی میری خوشی۔میں ذرا کچھ کام نبٹالوں۔" اس کے سر کو تھپکتے وہ سٹڈی روم کی طرف بڑھ گئے۔

"ٹھیک ہے۔بس ایک گھنٹے میں کھانا تیار ہو جائے گا۔" وہ پر جوش سی کچن کی طرف چل دی۔ابراہیم وجدانی نے کنپٹی مسلی۔اب وقت آ گیا تھا۔اگر حدید آگے نہیں بڑھ رہا تھا تو انہیں پہل کر دینی چاہیے۔وہ اب ان دونوں کو ایک مضبوط بندھن میں دیکھنے کے خواہش مند تھے۔وہ اپنی بیٹی کو مزید اس کرب میں مبتلا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

☆☆☆

یہ منظر وکٹوریہ پارک کا تھا۔ جس کا نام ولی عہد شہزادی وکٹوریہ، ملکہ وکٹوریہ کی بیٹی اور بد قسمت قیصر فریڈرک سوم کی اہلیہ کے نام پر رکھا گیا تھا جو صرف ننانویں دنوں کے اقتدار کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ اسے برلن کروز برگ کا سب سے چھوٹا پارک کہا جا سکتا ہے۔ اگر وکٹوریہ پارک کے بارے میں تلخیص کرنی ہو تو یہ انسانوں کا بنایا ہوا حیرت انگیز مقام ہے۔ بچے اور بڑے سب موسم سرما کے دوران ایک ہی ڈھلوان پر جدید ترین کاربن فائبر سلیجز سے لے کر سٹار وار پروپ اور اچھے پرانے طرز کے گتے کے ڈبوں اور استعمال شدہ ربڑ کی گاڑی کے ٹائروں تک آسانی سے گزرنے والے ہر طرح کے سلیجنگ آلات کا استعمال کر کے اپنی قسمت آزمانے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ پارک کے کوڑے کے ڈبوں اور اسٹریٹ لیمپ کے نچلے حصے کو گھاس کی موٹی تہوں سے لپیٹ کر حکام نے محفوظ لینڈنگ کو آسان بنانے میں مدد کر رکھی ہے۔ ڈھلوانیں بھی اتنی کھڑی ہیں کہ کبھی کبھار اسکائی

جمپرز اور سنو بورڈرز کو بھی کھینچ سکیں۔ وکٹوریہ پارک کے مغربی اور مشرقی حصے کے درمیان فرق ہمیشہ ہی کافی واضح رہا ہے۔

ہائی ہیلز پہنے وہ پارک کے مغربی حصے میں ٹہل رہی تھی کہ نظر اس سیاہ نگ سے سجی انگوٹھی پہ جا ٹھہری۔ اس کے دھیمے قدموں کی چاپ ساکت ہوئی اور پاس موجود بینچ کو اس کی میزبانی کا موقع ملا۔ گہری نگاہیں سیاہ نگ سے نکلتی روشنی پہ مرکوز تھیں۔ کچھ سوچ کر اس نے اپنی مخروطی انگلی کو اس گرفت سے آزاد کیا۔ پھر کوٹ کی جیب سے ایک ڈبی برآمد کی اور انگوٹھی کو احتیاط سے اس میں رکھ کر چند پل دیکھنے کے بعد ڈبی کو بند کر کے واپس اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ بائیں ہاتھ کی چوتھی انگلی پہ ایک نشان چھوٹ گیا۔ عنقریب وہ بھی مٹ ہی جائے گا۔ اس نے لب بھینچے اپنا سر بینچ پہ ٹکا دیا۔ سیاہ آنکھوں پہ پردہ ڈال کر ارد گرد کے ماحول سے رہائی پائی۔ کتنی ہی ساعتیں گزر گئیں جب کسی کے پکارے جانے کی آواز پہ اس نے ٹیک چھوڑ کر آنکھیں وا کیں۔

www.novelsclubb.com

"نور باباشی از نور" چودہ پندرہ سال کی وہ لڑکی نہایت جوش اور بے یقینی کی کیفیت میں گھری اس کی طرف اشارہ کرکے اپنے باپ کو بتارہی تھی۔ سنجیدہ سی طبیعت کے مالک باپ نے کندھے اچکا کر نور کو دیکھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا میری بیٹی آپ کی بہت بڑی فین ہے۔" جواباً نور بنچ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بچی اس کے کچھ قریب بڑھی۔

"آر یو رئیل ؟" وہ اس کو چھونے کے قریب بے یقین سی بولی تو کثافت بھرے ماحول میں بھی زخرف کی ہنسی عیاں ہوئی۔

"یس آئی ایم۔۔ چھو کر دیکھ لو۔" اس لڑکی نے اپنا ہاتھ ذرا سا اس کے ہاتھ سے مس کیا اور فوراً اچھل پڑی۔

"باباشی از رئیل نور" وہ اپنے ابھرتے جذبات کی بے ساختگی سے یکسر بے خبر یقین و بے یقینی کی کیفیت میں جھولتے بولی۔ یوں جیسے ہفت اقلیم چھو لیا ہو۔

ڈاکٹر توقیر نے اپنی بیٹی کو بانہوں میں بھرا۔زخرف اس لڑکی کی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔اپنے پسندیدہ سیلیبریٹی کو دیکھ کر فینز یونہی بے قابو ہو جاتے ہیں۔یہ کچھ نیا نہیں تھا۔

"اومائی گاڈ ٹوڈے از بیسٹ ڈے آف مائی لائف" وہ ہنوز جھوم رہی تھی۔راہگیر اچنبھے سے ان لوگوں کو دیکھتے گزر رہے تھے۔ڈاکٹر نے نور کو دیکھ کر کندھے اچکائے۔انداز ایسا تھا کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔

"آٹو گراف نہیں لو گی نور کا؟" ڈاکٹر توقیر نے اپنی بیٹی کا دھیان بھٹکانے اور اس آکورڈ کیفیت سے نکلنے کے لیے اس کی توجہ اس جانب مبذول کروائی تو اس نے تیزی سے ہاں میں سر ہلایا۔انہوں نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

"جاو گاڑی میں ہے تمہارا بیگ۔ڈائری لے آو۔" وہ تیزی سے پارکنگ میں کھڑی گاڑی کی طرف لپکی تو ڈاکٹر نے سنجیدگی سے اسے دیکھا جو دھیمی مسکراہٹ لیے کھڑی تھی۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اس کی ضد نہ ہوتی تو آپ کو زحمت نہ دیتا۔" وہ بے بسی کے زیر سایہ بولے۔ باپ تھے بیٹی کی خوشی کی خاطر کچھ بھی کر سکتے تھے۔

"کیسی ضد؟" وہ سمجھ نہیں پائی۔ اسے تو یہی محسوس ہوا تھا کہ ان کی بیٹی بھی باقی فینز کی طرح ایک فین ہے جسے اپنی پسندیدہ سیلیبریٹی سے ملنے کا شوق ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ڈاکٹر نے اس کے جھوٹ میں اس کا ساتھ دیا تھا۔ اور توصیف کے ہسپتال پہنچنے پہ بھی انہوں نے ہی اس کی غیر موجودگی ظاہر کرتے اسے نئی مصیبت سے محفوظ رکھا تھا۔ وہ بس ان کا احسان اتارنے کی متمنی تھی۔ کیونکہ احسان رکھنا زخرف نور کی جبلت میں شامل ہی نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"میری بیٹی کو ٹیومر ہے۔ اور یہ ہسپتال جاتے وقت بہت روتی ہے۔ اس نے ضد کی تھی اگر میں اسے اس کی نور میڈم سے ملوا دوں تو وہ اپنا علاج کروائے گی۔" وہ چہرے پہ ڈھیروں پریشانی و تفکر لیے بے بسی سے بولے۔ زخرف کے پورے وجود میں سنسناہٹ ہوئی۔

"ٹیومر؟" اسے لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ اتنی چھوٹی بچی کو ٹیومر کیسے ہو سکتا تھا؟

"ہوں پہلی سٹیج ہے مگر وہ چھوٹی بچی ہے۔ اسے تکلیف ہوتی ہے بہت۔ میں اس کی تکلیف کم کرنے کا خواہش مند تھا۔ وہ ہر وقت ضد کرتی تھی کہ اسے نور سے ملنا ہے۔ میں نے آپ کے بارے میں ڈھیروں تفصیلات لیں مگر آپ پاکستان ہوتی تھیں اور میں اسے اس کنڈیشن میں پاکستان نہیں لا سکتا تھا۔" انہوں نے رنج والم کے عالم میں ساری روداد واضح کی تو نور کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ ہوئی۔

"کیا وہ مجھ سے ملنے کے لیے اس حد تک۔۔۔" اس کی زبان لکنت زدہ ہو رہی تھی مگر ڈاکٹر نے اسے سنا ہی نہیں۔

"مجھے قطعی علم نہیں تھا کہ آپ جرمنی آئی ہوئی ہیں۔ لیکن اس روز جب وہ شخص آپ کو لیے ہسپتال آیا تو آپ کو دیکھ کر مجھے معجزے کا گمان ہوا۔" اب کہ ان کے

پر وقار و سنجیدہ چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔ نور نے بڑی شدت سے اس مسکان کو محسوس کیا۔

"کیسا معجزہ؟" اس نے پلکیں جھپکائے بغیر ڈاکٹر سے پوچھا۔

"امایہ کہتی تھی آپ آس پاس ہی ہیں۔" ان کے لبوں پہ بے ریا سی مسکراہٹ ابھری۔

"امایہ؟"

"میری بیٹی" ہاں وہ اس بچی کے نام سے فلوقت ناآشنا تھی۔ مگر اب۔۔۔ کیا اب وہ اس نام کو بھلا پائے گی؟

اس کے دماغ نے بیک وقت اندازے لگانے چاہے۔ ہو سکتا تھا کہ وہ لڑکی اس کے سوشل میڈیا اکاونٹس سے اس بات سے باخبر ہوئی ہو کہ وہ اس وقت جرمنی میں

ہے؟ یا پھر یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ اسے یہاں کہیں دیکھ چکی ہو۔ آخر یہاں وہ عام انسانوں کی طرح گھومتی تھی؟

امایہ تیز قدموں سے بھاگتے ہوئے واپس ان کی جانب آرہی تھی۔ نور نے دیکھا اس بچی کے ہاتھ میں مختلف حجم کی دو ڈائریاں موجود تھیں۔ اس کے پاس آتے ایک کو کھول کر نور کے سامنے کیا تو نور زمین پہ بیٹھ کر اسے گلے لگا گئی۔ یہ عمل نہایت ہی بے ساختہ تھا۔ اسے اس بچی پہ بے شمار ترس آیا تھا۔ اور شاید یہ اسی ترحم کا نتیجہ تھا۔

"یو سمیل سو گڈ" اس کے بالوں اور لباس سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو کو محسوس کرتے امایہ بے ساختہ بولی۔

"یو ٹو" نور نے آداب مروت نبھایا۔

"مجھ سے دوائیوں کی بو آتی ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔ چہرے کے معصوم نقوش میں بڑی نایاب سی کشش شامل تھی۔ نور کئی پل اسے دیکھے گئی۔ جیسے کوئی فرشتے کو دیکھتا ہے۔

"مگر مجھے تو جنت کی خوشبو آرہی ہے۔" اس بار دل سے جملہ ادا ہوا تھا۔امایہ کے چہرے پہ حلاوت بکھر گئی۔

"کین آئی کس یور چیکس ؟" بڑا معصوم سا انداز تھا۔

زخرف نے اپنا دایاں گال آگے بڑھایا تو اس نے پیار سے بوسہ دیا۔نور واپس سیدھی کھڑی ہو گئی۔اب اس کا قد امایہ سے خاصا دراز ہو چکا تھا۔وہ پہلے ہی دراز قد تھی اور ہائی ہیلز پہننے کے بعد نور کا قد عام لڑکیوں کی نسبت خاصا لمبا ہو جاتا تھا۔

"آپ روز مجھے خواب میں آتی ہیں۔" اس نے آنکھیں اور چہرہ اٹھا کر مسرت سے بتایا۔

www.novelsclubb.com

"سیریسلی ؟" اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔اور یہ بھی تو درست تھا کہ انسان جسے پورا دن سوچتا رہے پھر وہ خیال کا کوندا لپک کر خواب کی شکل میں حقیقت کا روپ دھار کر آجاتا ہے۔یہ کوئی انہونی نہیں تھی۔لیکن ہر بار ایسا ہو یہ بھی ضروری تھوڑی نا ہوتا ہے۔کئی بار ہم کسی چہرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔اسے بار بار دیکھنے کے


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

متمنی ہوتے ہیں۔اس کے وجود کے متلاشی ہوتے ہیں۔سارا وقت اسی کے خیالوں میں کھوئے رہتے ہیں مگر پھر بھی وہ شخص خواب میں بھی اپنا دیدار نہیں کرواتا۔ہر کوئی اتنا خوش نصیب کہاں ہوتا ہے کہ خواب میں بھی اپنے پسندیدہ شخص کو دیکھ سکے۔چھو سکے۔دل کا راز عیاں کر سکے۔یہ پسند کے خواب بھی نصیب والوں کے حصے میں آتے ہیں۔

"ہاں بابا سے پوچھ لیں۔ہے نا بابا؟"امایہ نے باپ کی حمایت چاہی تو ڈاکٹر نے مثبت انداز میں سر ہلا دیا۔نور کا دل عجب سے احساسات سے آشنا ہوا۔

"مگر ہمیشہ سفید لباس کیوں پہنا ہوتا ہے؟میں نے بابا سے کہا تھا کہ جب میں نور سے ملوں گی تو کہوں گی سفید لباس اچھا ہوتا ہے مگر اتنا اچھا بھی نہیں کہ باقی رنگ نظر انداز کر دیے جائیں۔"وہ بغیر رکے بغیر تھمے بولتی گئی اور زخرف کا سانس تھم گیا۔کئی پل خاموشی کی دبیز تہہ فضا میں قائم رہی۔پھر اسے امایہ کی آواز نے درہم برہم کیا۔

"آپ اس نیلے رنگ میں بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" وہ توصیفی انداز میں شرما کر بولی تو زخرف کو اس پہ ڈھیروں پیار آیا۔

"شکریہ سویٹ" نور نے اس کے گال کھینچے۔ پھر اس کے ہاتھ سے ڈائری پکڑی۔ دوسری ڈائری شاید ڈائری نہ تھی۔ نور ہاتھ میں پکڑی ڈائری کی ورق گردانی کرنے لگی تاکہ خالی صفحہ تلاش کر سکے۔

"آپ کا نام کس نے رکھا تھا؟" ایک ہاتھ میں سکیچنگ بک تھامے اس نے نور کے چہرے کو پیار سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرے بابا نے" لہجے میں تعظیم تھی۔ محبت تھی۔ مان تھا۔

"یہ آپ کے بابا ہیں؟" اس نے سکیچنگ بک کھول کر اس کا ایک صفحہ نور کے آگے کرتے استفسار کیا تو ڈائری پہ حرکت کرتے زخرف کے ہاتھ تھم سے گئے۔ اس نے تیزی سے سکیچنگ بک پکڑی اور صفحے پہ موجود چہرہ دیکھ اسے شدید جھٹکا لگا۔

"ہ۔۔۔ہاں مگر یہ کیسے ؟"اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آدم محمود کا چہرہ اس بچی کی بک میں کیسے آگیا۔وہ تو برسوں سے گمنام تھے۔سوشل میڈیا پہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے باپ کا تعلق آرمی سے تھا۔اس نے خود بھی کبھی اس بات کو عیاں نہیں ہونے دیا تھا۔توصیف کے پوچھنے پہ بس ایک بار اس نے اس بات کا ذکر کیا تھا۔مگر اس پہ بھی کافی عرصہ وہ ملامت زدہ رہی تھی۔شاید یہ عائشہ کے وہ الفاظ ہی تھے جو کوڑے کی مانند اس کو لگتے تھے۔ان کے کہے الفاظ کی بازگشت اسے ہمیشہ سنائی دیتی تھی۔

**("تمہارے باپ نے کبھی حرام کا پیسہ نہیں کمایا۔تم کیسے خود کو ایک غلط پیشے میں ملوث کرسکتی ہو؟")**

ہاں اس کے پیشے میں نیک نامی کی بجائے بدنامی مقدر بنتی تھی۔مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔لیکن اس کے گناہوں میں اس کے باپ کا کوئی حصہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ان

کا نام بدنام نہیں ہونا چاہئے تھا۔ زخرف نور کے لیے آدم محمود کا وقار سب سے اہم تھا۔

"میں نے انہیں آپ کے ساتھ خواب میں دیکھا تھا۔" امایہ کے باقی ماندہ الفاظ نے اسے حال میں لا کر پٹخا۔ سکیچنگ بک تھامے اس کے ہاتھ کانپے۔

"میری بیٹی کا حافظہ بہت اچھا ہے۔ خواب میں آئے چہرے کو بھی سکیچ کر سکتی ہے۔" وہ فخریہ گویا ہوئے۔ اور زخرف زمین میں دھنسی۔

"کیا انہوں نے کچھ کہا تھا؟" اپنے قدموں پہ زور ڈال کر خود کو لرزنے سے بچا کر اس نے کسی امید کے تحت پوچھا۔

"ان کے لب ہل رہے تھے یوں کہ وہ آپ سے مخاطب ہوں مگر ان کی آواز نہیں ابھری۔" وہ افسردہ سی بولیں گویا اسے بھی ان الفاظ کو جاننے کا تجسس ہو۔

"کتنی بار خواب میں آئے؟" اس نے کسی اندیشے کے تحت پوچھا۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"محض تین بار۔ حالانکہ آپ پورے چھبیس بار خواب میں آچکی ہیں۔" زخرف کا سر چکرا گیا۔ اس نے بینچ کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔ وہ پاس ہی تھا۔ ہاں اسے یاد آیا کہ وہ کچھ دیر قبل تک بینچ پہ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

"مگر مجھے تو بابا خواب میں نہیں آتے۔" وہ بینچ پہ بیٹھتے آبدیدہ ہوئی۔

"سٹاپ اٹ امایہ! آپ انہیں پریشان کر رہی ہو۔" ڈاکٹر توقیر نے اس کی حالت کے پیش نظر بیٹی کو جھڑکا تو وہ سر جھکا گئی۔

"آئی ایم سوری" اس نے زخرف کے پاس آتے اس کے ہاتھوں کو اپنے نرم ہاتھوں میں لیے ندامت سے معذرت کی۔ زخرف نے آنکھیں اٹھا کر اس بچی کو دیکھا۔ کیا نہ تھا ان سیاہ آنکھوں میں۔ ٹوٹے مان کی کرچیاں، بے بسی، مایوسی، اداسی، ندامت۔

"آپ سائن کر دیں۔ پھر ہم چلتے ہیں۔" ڈاکٹر نے اس کی مشکل آسان کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ زخرف نے امایہ کے ہاتھوں پہ گرفت مضبوط کی۔

"کیا میں امایہ سے دوبارہ مل سکتی ہوں؟" وہ بنچ سے اٹھتے اس کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھتے آنکھوں میں امید لیے پوچھ رہی تھی۔ ڈاکٹر توقیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔ انہیں تو لگا تھا کہ وہ دوبارہ ان کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہے گی۔ سیلیبریٹیز کہاں عام عوام کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں۔

"آپ ملنا چاہیں گیں؟" وہ اپنے تجسس کو زیادہ دیر دبا نہ سکے۔ نور نے اثبات میں سر ہلایا۔ انہیں اس وقت معلوم ہوا کہ وہ باقی لوگوں سے منفرد تھی۔ اگر ان کی بیٹی نے اس لڑکی کی اتنی چاہت کی تھی تو وہ بے کار نہ تھی۔ یہ لڑکی اس قابل تھی کہ اس کا انتظار کیا جائے۔

www.novelsclubb.com

"لیکن میں اپنے وعدے کے مطابق آپ سے آپریشن کے بعد ملوں گی۔" وہ زخرف کی نم آنکھوں میں دیکھتے پرجوش سی بولی۔ امایہ کی شفاف نیلگوں آنکھوں میں عمیق گہرائی پوشیدہ تھی۔ زخرف سحر زدہ سی ان آنکھوں کو دیکھے گئی۔

"آپ میرے لیے دعا کرو گی؟" امایہ نے بہت امید سے پوچھا۔

"میں؟ دعا؟" اس کی گرفت میں موجود زخرف کے ہاتھ لرز کر آزاد ہوئے۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔ امایہ نے اپنی ڈائری سے ایک زرد نوٹ باہر نکالا۔ پھر اسے زخرف کی جیکٹ کی جیب میں ڈال دیا۔

"ایک دعا میں آپ کو دے رہی ہوں۔ ایک آپ مجھے دیں گیں۔" اس نے نہایت سادگی سے کہا۔ زخرف پہ سکینت چھا گئی۔ وہ سائن لیے بغیر ڈائری پکڑے ہاتھ ہلا کر اپنے باپ کے حصار میں مقید وہاں سے چلی گئی۔ اور زخرف نور زمین پہ بیٹھی رہ گئی۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

لوگوں کی عجیب و غریب نظروں سے یکسر بیگانہ وہ سرد موسم میں جانے کتنی ہی دیر زمین پہ بیٹھی رہی کہ کال کی آواز پہ اس کا سکتہ ٹوٹا۔

نانا کی کالز دیکھ کر اسے حقیقی ندامت نے گھیرے میں لیا۔ کتنے دنوں سے وہ نانا جان سے بات نہیں کر پائی تھی۔

"کب میری زندگی کے مسائل ختم ہونگے تاکہ میں عام انسانوں کی طرح زندگی گزار سکوں۔" وہ برق کی سی تیزی سے زمین سے اٹھی۔ جانے لوگ اس کے بارے میں کیا کیا اندازے لگا کر جا رہے ہونگے۔ اس نے سرد سانس فضا کے سپرد کیا۔ پھر خود کو کمپوز کر کے کال اٹھائی۔

"نانا کو بھول گئی۔" بغیر توقف کے نرم سا شکوہ سنائی دیا۔

"آپ کو بھول جاوں ایسی میری مجال۔" اس نے ہلکا پھلکا انداز اپنانے کی سعی کی۔ حالانکہ اس کا دل بھاری ہو رہا تھا۔ جذبات میں تغیر وقت لیتا ہے۔

"مجھے یقین نہیں ہے۔ تم نے برلن جا کر پاکستان کے بوڑھے نانا کو سراسر فراموش کر دیا ہے۔" ان کا شکوہ جائز تھا اور مضبوط بھی۔

"مجھے کوس لیں۔ گلہ کر لیں۔ مگر خود کو بوڑھا نہ کہیں۔ میں مائنڈ کر جاؤں گی۔" وہ ہنوز غیر سنجیدگی سے جواب دے رہی تھی۔ شاید سنجیدہ نانا کو منانے کے لیے غیر سنجیدہ رہنا ہی بہترین حربہ تھا۔

"اپنی ماں جیسی ہو۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئے۔

"سب کہتے ہیں میں بابا جیسی ہوں۔" اس نے شرارت سے رد کیا۔ اور پارک سے باہر نکلنے کے لیے قدم بڑھائے۔

"نین نقش تم نے چاہے باپ سے چرائے ہوں۔ مگر عادات و اطوار میں ہو بہو میری عائشہ جیسی ہو۔" انہوں نے اپنی نواسی کی بات رد نہیں کی۔ یہ ان کے بس میں ہی نہیں تھا۔

"اسی لیے سارا خاندان کہتا ہے کہ منسٹر صاحب کو بس نور ہی دکھائی دیتی ہے۔ اب سمجھ آئی آپ کو نور نہیں، نور میں موجود عائشہ کی شبیہہ دکھتی ہے۔" اس نے صاف گوئی کی انتہا کر دی۔ اور منسٹر صاحب اس کی پیشن گوئیاں سنتے افسردہ سا مسکرائے۔

"آپ نے ماما سے اپنے معاملات کب درست کرنے ہیں؟" وہ سنجیدہ ہوئی۔ کیونکہ اس معاملے میں مزید تاخیر قبول کرنا اب اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

"اتنی دور سے کیسے سلجھاوں؟ تم تو اسے جرمنی لے جا کر بیٹھ گئی ہو۔" یوں کہا گویا وہ بھی اب ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے خواہاں ہیں۔

"اب آپ اتنے غریب و مفلس تو ہیں نہیں جو جرمنی کا ٹکٹ نہ خرید سکیں۔" اس نے میٹھا سا طنز کیا۔ ساتھ ہی پارک سے باہر والی سڑک کے فٹ پاتھ پہ چلنے لگی۔

"جہاں معاملات الجھے ہوں وہیں سلجھنے چاہیے۔" انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

"عنقریب مکاں آپ کا طے کردہ ہوگا۔" وہ گہرے انداز میں بولی۔ ساتھ ہی نیلی شرٹ میں پھنسایا سیاہ چشمہ اتار کر ناک پہ ٹکایا۔ سارا منظر سیاہی میں بدل گیا۔

"تم خوش ہو؟" وہ جانچتے لہجے میں گویا ہوئے۔

"آف کورس نانا جان اپنے خواب کی تعبیر پانے پہ کون کمبخت خوش نہیں ہوتا؟" ان کے سوال کو شوبز سے منسلک کرتے وہ مسرت آمیز انداز میں بولی۔ ساتھ ہی ٹیکسی کی تلاش میں ارد گرد دیکھنے لگی۔

"تم اپنے شوہر کے ساتھ خوش ہو؟" انہوں نے برجستگی سے بات واضح کی۔ اور 'شوہر' کے لفظ پہ زخرف کو اچھو لگا۔ وہ اس وقت اس سوال کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

"نور تم سن رہی ہو؟" مقابل کی خاموشی پہ انہوں نے اسے دوبارہ پکارا۔

"ہاں ہاں۔ میں بہت خوش ہوں۔ محبت کی شادی کی ہے۔ مسرت تو لازم و ملزوم ہے۔" چہرے پہ کتنے ہی رنگ آ کر گزرے تھے۔ سچ و جھوٹ کا یہ مغلوبہ اسے خود بھی بے کیف کر گیا۔

"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔" انہوں نے کریدا نہیں۔ ویسے بھی وہ اس معاملے کے متعلق بقیہ معلومات برہان سے لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔

"وہ نانا جان مجھے فوری کہیں جانا ہے۔ آپ سے پھر بات ہو گی۔" دل کی منتشر دھڑکنوں کو بمشکل سنبھالتے اس نے اس ذکر سے مکمل راہ فرار اختیار کی۔ اس کے جواز کو واقعتاً کام سے جوڑتے انہوں نے فون بند کر دیا۔ پیچھے زخرف نور نے سینے میں دبی کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جھٹکے سے فضا کے سپرد کیا۔ اس کا سانس گھٹنے کے قریب تھا۔

☆☆☆

وہ سیدھا حدید کے ایک منزلہ گھر آیا تھا۔ جیسمین نے دروازہ کھولا تو اسے دیکھ کر خوشگوار مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اسے اندر آنے دیا۔

زید نائک کو کون نہیں جانتا تھا؟ اور حدید نے اسے اپنی غیر موجودگی میں بھی گھر رکنے کی رعایت دے رکھی تھی۔ یہ بھی ایک معمہ ہی تھا۔

"شکریہ جیسمین" اپنا بیگ گھسیٹ کر لاؤنج میں رکھتے اس نے ممنون ہو کر کہا۔

"ویلکم زید سر" وہ اس خوش باش و خوش اخلاق انسان کی آمد پہ پر جوش سی ہوئیں۔

"آپ کا سڑیل باس کہاں ہے؟"اس نے سرسری سا پوچھا۔ایک پل کو تو وہ گڑ بڑا گئی۔ پھر ان کی باہمی دوستی کو مد نظر رکھتے اسے یہ الفاظ اتنے بھی عجیب نہ لگے۔

"وہ آفس گئے ہیں۔"

"چھوٹا کدھر ہے؟"وہ غالباً جیسمین کے بیٹے کی بابت دریافت کر رہا تھا۔

"اس کو حدید سر نے ہوسٹل شفٹ کروا دیا ہے۔روزانہ اتنا سفر کر کے وہ تھک جاتا تھا۔"انہوں نے لہجے میں بے پناہ عزت لیے تفصیلاً بتایا۔

"مجھے ایک کولڈ کافی لا دیں۔میں کمرے میں جا رہا ہوں۔"جیکٹ کی جیب میں ہاتھ اڑستے اس نے قدم بڑھائے۔سامان لاؤنج میں ہی چھوڑ دیا۔سوٹ کیس گھسیٹ کر کمرے میں لے کر جانے کا اس کا فلحال کوئی ارادہ نہ تھا۔

"آپ اتنی سردی میں کولڈ کافی پیئں گے؟"وہ اس عجیب سی فرمائش پہ اپنی حیرت چھپانے سے قاصر ہوئی۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"دل چاہ رہا ہے بھئی۔اور جب جو بھی کھانے کو دل کرے وہ کھالینا چاہئے۔ترس کر زندگی گزارنے سے مدت حیات کم ہو جاتی ہے۔"اس نے رخ موڑ کر نہایت فلسفانہ انداز میں کہا۔ جیسمین نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ایسا سائنس بالکل نہیں کہتی۔میں کہتا ہوں۔اور میں کسی سائنسدان سے کم ہوں کیا؟"آنکھ کا کونا دبا کر شریر مسکراہٹ لیے سارے تحفظات سمیٹتے اس نے جیسمین کو اچھا خاصا ہونق بنا دیا۔

"بھئی منہ بند کریں اپنا۔نہیں پیتا کولڈ کافی"وہ جیسمین کی حالت سے خاصا محظوظ ہو کر بولا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔"وہ خجل ہو گئی۔

"ایک آملیٹ بنا دیں۔گارلک ڈالنا نہیں بھولنا ورنہ میرے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ساتھ صرف دو سلائسز بریڈ کے اور ایک تیز دم دار قسم کی چائے۔"

پاکستان میں کیا ناشتہ اسے زوروں سے یاد آیا تھا۔ آہ! کیا کمال ملاپ تھا ان چیزوں کا۔

"پراٹھا انڈہ" اب کی بار جیسمین سے ندامت کے مارے سر نہ اٹھایا گیا۔

"کیا انڈہ؟" نا سمجھی سے پوچھا۔

"باس انڈہ نہیں لانے دیتے گھر" اب کہ وہ یوں بولی گویا اس کی ہی غلطی ہے کہ وہ گھر انڈہ نہیں لانے دیتا۔

"کیوں نہیں لانے دیتا؟" اب کہ زید کے ماتھے پہ ٹھیک ٹھاک بل پڑے۔ مطلب اس کا دوست انڈے سے بغض رکھتا تھا۔ یہ نا قابل قبول تھا۔

"انہیں الرجی ہے۔" جیسمین نے جواز بیان کیا۔ اس کی یادداشت میں اب بھی وہ دن پوری تفصیل کے ساتھ محفوظ تھا جب کنزہ کی آمد ہوئی تھی۔ وہ اپنے لیے انڈہ بنا کر ہٹی تھی۔ اور غلطی سے یہ غلطی اسی مگ کے ذریعے ہوئی جو کنزہ خاص طور پہ

حدید کے لیے لے کر آئی تھی۔ کنزہ کے جانے کے بعد جب حدید نے جیسمین کی نظروں کے سامنے وہ مگ ڈسٹ بن میں پھینکا تھا۔ وہ دن جائے اور آج کا دن اس نے خود ہی انڈے کا روزہ رکھ لیا تھا۔

"یہ حادثہ کب ہوا؟" وہ خاصا اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ایک تو یہ حدید کا بچہ! اوپس سوری حدید۔۔۔ ایک مکمل چونتیس سالہ مرد!

" کبھی اسے پانی سے خوف آتا ہے۔ کبھی اونچائی سے اور لو بھئی اب معصوم انڈہ بھی اسے جان کا دشمن لگتا ہے۔" زید من ہی من میں بڑبڑایا۔

"جب میں کام پہ آئی تھی انہوں نے پہلے ہی دن بتادیا تھا۔" جیسمین نے اسے بھی باخبر کیا۔

"عجیب مخلوق ہے انڈہ کھانے سے بھی کسی کو الرجی ہوتی ہے۔" اس کا دل چاہا کہ اس نزاکت پہ حدید کا سر ہی پھوڑ ڈالے۔ جیسمین شکل پہ مسمسی تاثرات سجائے کھڑی رہی۔

"آپ کے باس جو شوق سے تناول فرماتے ہیں وہیں لے آئیں۔ مجھے بھوک لگی ہے اس وقت۔ کچھ بھی کھا جاؤں گا۔ جلدی لائیے گا ورنہ آپ کے باس کو کھالوں گا۔" جیسمین کو حتمی ہدایت دیتے وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا کمرے میں چلا گیا۔ پیچھے جیسمین جلدی سے اس کے لیے حدید ٹائپ لنچ تیار کرنے لگی۔

☆☆☆

ابراہیم کی باتوں نے اس کے ذہن کو از سر نو تازگی بخشی تھی۔ کھانا بنانے کے بعد اس میں مزید بشاشت نمایاں ہوئی۔ وہ ان لڑکیوں میں سے تھی جو کم ہی کھانا پکاتی ہیں مگر جب پکاتی ہیں تو پھر دل کے سارے بوجھ بھی ان کے ساتھ ہی بھون ڈالتی ہیں۔ اس کے دل کی سرزمین پہ چھائی ساری کثافت آن کی آن میں زمین بوس ہوئی تو وہ نماز پڑھنے کی غرض سے ٹیرس پہ چلی آئی۔ جائے نماز کو ٹھنڈے فرش پہ بچھا کر اس نے جھیل سے نیلے آنچل کو چہرے کے گرد لپیٹا۔ پھر تکبیر پڑھتے قیام کیا۔ ہر سو چھائی پر فسوں خاموشی میں کنزہ ابراہیم کی سرگوشی بہت واضح سنائی دے

رہی تھی۔ چھت سے چھلانگ لگانے سے قبل برہان کی نظر اچانک ہی اس جانب اٹھی۔اور پھر ساکت رہ گئی۔اتنا شفاف حسن اس نے پوری زندگی نہیں دیکھا تھا۔ گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔وہ بے ساختہ اس کی مدح سرائی کر گیا۔

**تم صبح کا تارا لگتے ہو**

**اک نور کا دھارا لگتے ہو**

**یہ پھول چراغ کہاں تم سے**

**تم چاند ستارہ لگتے ہو**

وہ کافی دیر اس منظر کو دل ودماغ میں مقید کرتا رہا۔پھر اس کے سلام پھیرنے سے قبل چھلانگ لگا کر غائب ہو گیا۔کنزہ نے سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے۔ مگر اچانک ایک وہم ذہن میں لپکا تو جائے نماز کو وہیں چھوڑے وہ ٹیرس کے کنارے پہ چلی آئی۔تیز ہوا کے جھونکے سے اس کا نیلا آنچل سر سے سرک کر کندھوں پہ ڈھلک گیا۔

نرم ہوا کے دوش پہ لہراتے اس کے بال کبھی اس کے رخسار چومتے تو کبھی نازک لبوں کو چھو کر گزر جاتے۔اسی آنکھ مچولی کو دیکھتے وہ مبہوت سا ہوا۔دفعتاً کسی کی نگاہوں کی تپش محسوس کرتے کنزہ کی نگاہیں اس سے ٹکرائیں تو چہرے کے تاثرات اچانک ہی تبدیل ہوئے۔برہان کمال دور سے بھی بتا سکتا تھا کہ اس کے چہرے پہ حیرت کے ساتھ اچنبھے کی کیفیت تھی۔اس کے کٹاؤدار لبوں کو معنی خیز مسکراہٹ نے چھوا۔دائیں ہاتھ میں پکڑی فائل کو دور سے لہراتے ہوئے اس نے ساکت کھڑی کنزہ کو دیکھ ہاتھ ہلایا۔اپنی آنکھوں کو حجم سے زیادہ پھیلائے وہ اس اچانک افتاد پہ ابھی سنبھلی نہ تھی کہ برہان آنکھ کا کوندا باتے فرار ہو گیا۔اس نے کئی دفعہ آنکھیں میچ کر کھولیں اور جوابا وہاں کسی کا وجود نہ پاتے اس کا دماغ چکرا کر رہ گیا۔

"مجھے اتنے برے وہم کب سے ہونے لگے؟" اللہ کا نام لیتے اس نے دل پہ ہاتھ رکھا۔

www.novelsclubb.com

"کنزہ میری فائل نہیں مل رہی۔ نیچے آکر میری مدد کرواو۔" جھر جھری لیتے وہ نیچے جانے کی غرض سے ابھی کچھ ہی قدم اٹھا پائی تھی جب ابراہیم وجدانی کی پریشان آواز میں وارد ہوئے سوال پہ اس کی ساری حسیں بیدار ہوئیں۔

فائل؟ فائل؟ ہاں بالکل فائل؟ اس کے ہاتھ میں فائل ہی تو تھی۔ جسم پہ طاری ہوتے عجیب احساسات کے ساتھ وہ تیزی سے نیچے آئی۔ کچھ تو گڑبڑ تھی۔

☆☆☆

وہ پارپ کارن سے لطف اندوز ہوتے سامنے سکرین پہ نگاہیں گاڑے بیٹھی تھی۔ پلکیں بھی رک رک کر جھپک رہی تھی گویا معمولی خلل بھی قابل قبول نہ تھا۔ نازش جب اس کے کمرے میں آئی تو اسے اتنے مگن انداز میں دیکھ کر اچنبھے سے سکرین کے پاس آئیں۔ وہاں موجود لوگوں کو دیکھ کر ان کا میٹر گھوما۔

"یہ کیا دیکھ رہی ہو ریجا؟" انہوں نے تفتیشی انداز میں سوال پوچھا۔

"ڈرامہ ہے ماما" اس نے یوں کہا گویا ماما کیا میں آپ کو کرکٹ کھیلتی دکھائی دے

رہی ہوں؟

"تم سے بڑا بھی کوئی ڈرامہ ہے کیا؟" انہوں نے اس کے سر پہ تھپڑ رسید کیا لیکن اتنا نرم و نازک ہاتھ مس ہونے پہ بھلا ریجا کہاں ہلنے والی تھی۔

"کتنا ٹھنڈا جوک ہے۔" اس نے ہاتھ جھلا کر کہا۔

"بس کر وان گوری چمڑی والوں کو دیکھنا۔ سارے ایک جیسے ہی تو دکھتے ہیں۔ میں تو حیران ہوں تم ان میں تفریق کس طرح کرتی ہو۔" وہ سکرین پہ چلتے کرداروں کو دیکھ بوکھلا ہی تو گئی تھیں۔ انہیں تو لڑکا لڑکی کی تفریق کرنے میں بھی دقت ہو رہی تھی۔ شاید لباس اور لمبے بالوں کے باعث وہ کچھ زیادہ ہی الجھن زدہ رہ گئی تھیں۔

"ماما یہ کورین ہیں گوری چمڑی والے نہیں۔ ہاں ہاں ہیں گورے گورے۔ اففف اللہ ایک تو ان کی یہ گلاس سکن" جملہ مکمل کرنے میں ہی وہ صدقے واری جا رہی تھی۔ جانے عام معمول میں کیا کرتی۔

"ریجا!" نازش کو اس کا یہ اوبسیس انداز بالکل پسند نہیں آیا تو وہ ٹوک گئیں۔

"آپ خود کہتی ہیں نا کہ اللہ نے ہم سب کو منفرد بنایا ہے۔اب آپ لوگوں کو یہ سب ایک سے لگتے ہیں تو میں کیا کہوں۔ورنہ سچ میں ان میں بالکل بھی مماثلت نہیں ہوتی۔ایک تو ہم لوگوں نے چائنیز، جیپنیز اور کوریز کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا ہے۔ورنہ یہ سب ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔" وہ بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں نہایت حکمت سے بولی تو نازش نے جھرجھری لی۔

"توبہ ہے اتنی حمایت" انہوں نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔

"ہاں تو پسند ہیں یہ مجھے" وہ شرماتے ہوئے بولی تو نازش نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"کون پسند ہے؟" انہوں نے گویا مقابل کو شرم دلانے کی کوشش کی۔مگر مقابل کافی بے شرم واقع ہوئی تھی۔

"Cha Eun woo"

اس نام کی انہیں کچھ سمجھ نہ آئی۔ان کے ابرو ناسمجھی سے سکڑے۔

"اور یہ کون ہے؟" جواباً ریجا نے پھرتی سے سکرین آگے کرتے انہیں اپنی پسند دکھائی۔ انہوں نے درزیدہ نگاہ اس گوری چمڑی والے پہ ڈالی۔

"ہینڈسم ہے نا؟ ساتھ میں پیارا بھی ہے اور کیوٹ بھی۔ اور تو اور۔۔۔"

"بس کر دو ریجا۔ نہ داڑھی نہ مونچھ۔ یہ کونسا حسن ہے؟" انہیں تو اس لڑکے میں کوئی ایسی خصوصیت نہ دکھی کہ وہ سراہتیں۔ ہاں آنکھوں کو اچھا ضرور لگا تھا۔

"آپ کو حسن کی پہچان ہی نہیں ہے۔" وہ کڑھتے ہوئے واپس لیپ ٹاپ کو بیڈ پہ رکھ گئی۔ ماما نے پسندیدہ کورین ایکٹر کو ناپسند کر کے اس کا سارا موڈ خراب کر دیا تھا۔

"اچھا دفع کرو اسے۔ میں نے تمہارے لیے ایک لڑکا پسند کیا ہے۔" وہ اس کے پاس بیڈ پہ بیٹھتے پر جوش سی بولیں۔

www.novelsclubb.com

"اس جیسا ہونا چاہئے ورنہ میری طرف سے صاف انکار ہے۔" ریجا نے بھی تیوری دکھائی۔ بھلا ماما نے اس کی پسند کو ناپسند کیوں کیا؟

"حد ہے کیوں ہونے لگا ایسا۔" انہوں نے جھرجھری لی۔ ریجا نے خفگی سے انہیں دیکھا۔

"اس سے کئی گنا ہینڈسم، پیارا اور کیوٹ ہے۔" اس کی خفگی کو خاطر میں لائے بغیر وہ زید کو تخیل میں لائے بڑی محبت سے بولیں تو ریجا کی آنکھیں حجم سے زیادہ پھیلیں۔

"ایسا ممکن ہی نہیں۔" اس نے صاف اعتراض کیا۔ بھلا کوئی اس کے پسندیدہ کورین ہیرو سے زیادہ پیارا ہو سکتا تھا؟

"ڈراموں کی دنیا سے باہر نکلو۔ وہ حقیقی دنیا کا ہیرو ہے۔" وہ پر اعتماد تھیں اور حد سے زیادہ تھیں۔ ریجا شاک میں تھی اور حد سے زیادہ تھی۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں حیران ہوں کس نے میری ماما کو اس قدر متاثر کر دیا۔"اب کہ وہ واقعی گوری چمڑی والوں کو دیکھنا چھوڑ ماں کے تاثرات بھانپتے حیران سی بولی۔

"وہ ہے ہی ایسا۔کوئی عجیب سی کشش ہے اس میں۔تم ملو گی نا تو دیکھنا پہلی ہی بار میں پسند آ جائے گا۔"انہوں نے گویا مہر ثبت کی تھی۔

"ماما ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔آپ ابھی سے مجھے اس سب میں ملوث کرنا چاہتی ہیں۔"وہ روہانسی ہوئی۔پہلے پہل اسے محسوس ہوا تھا کہ ماں بس اسے تنگ کرنے کی نیت سے کر رہی ہیں مگر اب اسے معاملے کی سنجیدگی اور نزاکت کا احساس ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے کب کہا کہ شادی کر لو۔بس رشتہ پکا ہو جائے۔"اس کے چشمے کو اتار کر اس کی ناک مسلتے انہوں نے پیار سے کہا۔

"یار مجھے نہیں کروانا ابھی رشتہ پکا۔ سکون سے بیچلر لائف گزارنی ہے۔"اس نے اپنا چشمہ واپس ناک پہ ٹکاتے حتمی اعلان کیا۔ نازش کو اس کی غیر سنجیدگی ایک آنکھ نہ بھائی۔

"لیکن۔۔"

"ماما پلیز باقی بعد میں آج کی قسط بہت مزے کی ہے۔ مجھ سے مزید انتظار نہیں ہو رہا۔"

"ہاں یہ تمہارے منحوس ڈراموں نے ہی نظر خراب کر دی ہے۔ شادی کی عمر نہیں ہوئی لیکن چشمہ لگوا لیا ہے۔ تمہاری عمر میں میڈیکل کی پڑھائی کر کے بھی چشمہ نہیں لگا تھا۔ ایک تم ہو۔۔۔"

"باقی ڈانٹ پندرہ منٹ بعد کے لیے بچا لیں۔ بس پھر میں فارغ ہو کر آتی ہوں۔ پھر میرے ڈراموں، لیپ ٹاپ یا چشمے کو جتنی بد دعائیں دینی ہیں دے دیجئے گا۔"

وہ تو ہونق بنی اپنی دختر کی گوہر افشانی سنتی رہیں۔

"جین زی کا تو بیڑا ہی غرق ہوا پڑا ہے۔"اس کی الماری کے پاس بڑھتے انہوں نے اونچی آواز میں بڑبڑاہٹ کی تاکہ ان کی بات بغیر کسی رکاوٹ کے ان کی دختر تک پہنچ جائے۔

"جین زی کو کچھ نہ کہیں ماما! ہرٹ ہوتا ہے۔"ہیڈ فون ہاتھوں میں لیتے اس نے حتمی انداز میں کہا۔

"ایک تو آج کل کی نسل کو ہرٹ بہت ہوتا ہے۔"

وہ مزید کوستی ہوئی اس کی الماری کا پٹ بند کرتے کمرے سے باہر چلی گئیں۔ ریجا نے کانوں پہ ہیڈ فون چڑھائے اور والیوم بڑھاتے محو ہو کر گوری چمڑی والوں کو تکنے لگی۔

☆☆☆

ابراہیم کی فائل مل نہ سکی تھی۔ وہ بے حد مضمحل اور پریشان ہو گئے تھے۔ کھانا بھی بس بیٹی کو د کھانے کے لیے ہی کھایا۔ مگر وہ باپ کی پریشانی بھانپ گئی تھی۔ اچانک خیال کا کوندا لپکا تو وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"ہو سکتا ہے میں نے اپنے پڑھائی کے سامان میں رکھ دی ہو۔" خود کلامی کرتے وہ الماری کی طرف بڑھنے لگی جب اس کی نظر بیڈ پہ گئی۔ وہاں ایک کارٹن پڑا تھا۔

"یہ کیسا کارٹن ہے؟" وہ تجسس سے آگے بڑھی اور فوری کھولا۔ اندر اردو ادب کی ڈھیروں کتب موجود تھیں۔ فکشن، نان فکشن، سائنسی، سائیکالوجیکل، تھرلر۔ حیرت کے مارے وہ گنگ ہو گئی۔ اس نے مزید کتب پہ نگاہ دوڑائی۔ وہ شاعری کے مجموعے تھے۔ اس کے انگ انگ میں خوشی پھوٹی۔ بھوری آنکھوں میں الوہی چمک در آئی۔ انداز میں سرشاری دوڑی۔ وہ فوری بیڈ پہ چڑھ کر بیٹھ گئی۔ اور ایک ایک کتاب کو ہاتھوں میں لیے مسکراتی رہی۔ کتاب چھونے کا لمس سرور دینے والا تھا۔ وہ پر مسرت ہو گئی۔

"یقیناً یہ بابا کا سرپرائز تھا میرے لیے۔" ایک کتاب کو سینے سے لگاتے اس نے خوشی سے قیاس آرائی کی۔

"اففف! اتنی پیاری کتابیں"

ایک بار پھر اس قیمتی ڈھیر پہ نگاہیں ڈالتے، ان کو چھوتے وہ دل و جان سے جھومی۔ اسے بابا کی فائل اور اپنی پریشانی سب کہیں ہوا میں تحلیل ہوتی دکھائی دی۔ وہ وہیں بیڈ پہ بیٹھی بار بار کتب الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

کتب بھیجنے والے کا پیغام بیڈ کے نیچے زمین پہ پڑا اپنی قسمت کو ماتم کناں ہوا۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

اس نے موبائل پہ گیلری کھولی اور سرخ ساڑھی والی ویڈیوز میں سے ایک چنی۔ پھر انسٹا گرام پہ ٹرینڈ نگ گانے تلاش کیے۔ منتخب کردہ ویڈیو کے پیچھے ایک بھڑکیلے میوزک والا ٹرینڈ نگ گانا لگایا اور ویڈیو پوسٹ کر دی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی سوشل میڈیا پہ غیر حاضری اس کے کیریئر پہ منفی اثرات ڈال سکتی تھی۔

اس لیے وہ خطرہ مول لینے کی متحمل نہ تھی۔ ویسے بھی یہ ویڈیو اس کے صحیح سلامت ہونے کا ثبوت تھی۔ اسے ہر ایک کے سامنے یہی ظاہر کروانا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے ساتھ کوئی حادثہ نہیں ہوا۔ وہ ایسی ویسی شہرت کی متحمل نہ تھی۔ کیونکہ اس طرح حدید عالم اس کے ساتھ بدنام ہو جاتا۔ اور جس شادی کو وہ ختم کرنے کا سوچ بیٹھی تھی۔ اس انسان کا نام وہ اپنے ساتھ جڑنے نہیں دے سکتی تھی۔ اسی میں اس کی اور حدید کی بھلائی تھی۔ کم از کم زخرف نور کا یہی خیال تھا۔

توصیف کی کئی کالز وہ کل سے ہی دیکھ چکی تھی مگر جواب دینے کی زحمت نہ کی تھی۔ البتہ روдабہ کی جانب سے صرف ایک دو ہی کالز تھیں۔ اس نے دونوں کو ہی جواب نہ دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ میسجز کے ڈھیر لگ چکے تھے۔ اس نے آخری پیغامات پہ نگاہ دوڑائی۔

"نور آر یو او کے؟"

"رودابہ کہہ رہی ہے تم کسی حادثے کا شکار ہوئی ہو۔" وہ بغیر کسی تاثر کے پیغامات پڑھتی جا رہی تھی۔

"اگر ایسا کچھ نہیں ہے تو کل سیٹ پہ پہنچ جانا۔ گانے کے سینز میں تمہاری موجودگی لازم ہے۔" اس مقام پہ فون اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔۔۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا؟ گانے کے سینز؟" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑائی۔ گویا خود کو یقین دلانے کی سعی تھی کہ اس نے ابھی یہ الفاظ پڑھے ہیں۔

اس نے فوری توصیف کو کال ملائی۔ کیونکہ یہ تجسس نامی شے نے ویسے ہی انسانوں کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔

"کونسا گانا؟ کونسے سینز؟" چھوٹتے ہی کرخت لہجے میں پوچھے جانے والے سوال پہ توصیف کے ہونٹوں پہ معنی خیز مسکراہٹ در آئی۔

"مطلب رودابہ والی بات غلط ہے۔ایک تو یہ عورتیں اور ان کی حسد کی عادت۔" اس نے اپنی چال کی کامیابی پہ معنی خیز مسکراہٹ لیے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"میں نے جو پوچھا ہے وہ بتاو۔ کونسا گانا؟" وہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔ توصیف نے بمشکل اس کی بد تمیزی اور بد لحاظی برداشت کی۔اس لڑکی کو قابو کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی شہرت واہمیت سے بخوبی واقف تھی۔اور جو لوگ اپنی قدر و قیمت سے واقف ہوں انہیں زیر کرنا مشکل ترین ہوتا ہے۔

"کیا تم نے کوئی فلم بغیر گانے کے دیکھی ہے؟" مقابل ہنوز لاپرواہ تھا یا ظاہر کروا رہا تھا۔

"کس طرز کا گانا ہے؟" کسی خیال کے تحت اس بابت پوچھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ رومانوی گانا ہو اور اتنا تو وہ جانتی تھی کہ ابھی پاکستان کی فلموں نے حدود تجاوز نہیں کی تھی کہ ایسے گانوں پہ اسے اعتراض ہوتا۔ لیکن کچھ پاکستانی رومانوی گانے بھی حد

سے تجاوز کر جاتے تھے۔ لیکن اسے امید تھی کہ توصیف کی فلم میں ایسا کوئی گانا کم از کم اس کے لیے نہیں ہو گا۔

"آئٹم سانگ ہے۔" امید کا بڑی بے رحمی سے قتل ہوا۔ اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ کر ضبط کیا۔ چہرہ قندھاری ہو چکا تھا۔ کنپٹی کی رگیں پھڑکنے لگی تھیں۔

"واٹ ربش۔ تم مجھ سے یہ امید کر رہے ہو کہ میں آئٹم سانگ پہ ڈانس کروں گی؟" اس بار وہ زخمی شیرنی کی طرح دھاڑی۔

"کیوں نہیں کرو گی؟" مقابل ہنوز بے پرواہی تھی۔

"یہ میرے معیار کے خلاف ہے۔" اس نے قطعیت سے انکار کیا۔

"اور معاہدے پہ دستخط کرتے وقت تم نے اپنے ان سو کالڈ معیارات کو پس پشت کیوں ڈالا؟ خیر اس موضوع پہ تفصیلی بات ہو گی۔ آج ہی ہوٹل پہنچو۔" توصیف

اس کے سر پہ دھماکے کر کے فون بند کر چکا تھا۔ زخرف کے کان ابھی تک انہی الفاظ پہ ٹکے تھے۔

"آئٹم سانگ پہ ڈانس؟ میں؟ زخرف نور آئٹم سانگ پہ ڈانس کرے گی؟" وہ عجیب سا ہنسی۔ جیسے وہ توصیف کے اندازوں پہ محظوظ ہوئی ہو۔ پھر اچانک اس کے لب بھینچے گئے۔ اس نے فون کو بیڈ پہ پھینکا۔ سنہری بالوں کو مٹھی میں دبائے جیسے اپنے اندر اٹھتے اشتعال پہ قابو پانے کی سعی کی۔ یہ سب اب ٹاکسک ہو رہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر تو شوبز میں نہیں آئی تھی۔

"بھاڑ میں گیا ایسا کانٹریکٹ" بیڈ سے تکیے اٹھا کر زمین پہ پھینکتے اس نے اندر اٹھتے طوفان کو دبانے کی کوشش کی۔ مگر اس کا ذہن اور اس میں پائی جانے والی سوچیں اب کہ منتشر ہو رہی تھیں۔

دل کے اندر سے آواز آئی۔

"کوئی عقل منداور ہوش و حواس رکھنے والا ذی روح کبھی بھی بغیر پڑھے معاہدے پہ دستخط نہیں کرتا۔"

یہ کیا کر بیٹھی تھی وہ؟

پہلی بار اسے شوبزانڈسٹری سے خوف محسوس ہوا تھا۔

☆☆☆

سیاہی میں ڈوبا یہ کمرہ عجب وحشت لیے تھا۔ چھت کے درمیان میں ایک بلب روشن تھا جس کی روشنی سفیدی کم زردی زیادہ پھیلا رہی تھی۔ اسی جھولتے بلب کے نیچے وہ کھڑا تھا۔ سوئیٹ پینٹ کے ساتھ جسم سے چپکی ہوئی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ چہرے کے تاثرات میں سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے موجود لمبی میز پہ ایک نقشہ دھڑا تھا۔ ہاتھ میں موجود لمبی سٹک کے ساتھ وہ اس پہ مختلف مقامات کی نشاندہی کرتا جا رہا تھا۔ اس میز کے چاروں طرف کھڑے نفوس اپنی سماعت کو مکمل بروئے کار لائے باس کی باتیں گوش گزار کر رہے تھے۔ برہان کی

بارعب آواز نے سناٹے میں انتشار برپا کیا ہوا تھا۔اپنا منصوبہ سمجھانے کے بعد اس نے انگلی سے اشارہ کیا تو تمام حکم کے غلام سر جھکائے وہاں سے چلے گئے۔سب کے جانے کے بعد اردل جو اس لمبی میز کے دوسرے سرے پہ کھڑا تھا وہ کچھ قدم بڑھاتے برہان کے قریب آیا جو کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا۔اردل اس کے ساتھ رکھی کرسی پہ بیٹھا اور اپنا رخ موڑ کر اس کے سامنے کیا۔گہری جانچتی نگاہوں سے برہان کے تاثرات کا جائزہ لیا جو فون پہ مصروف ہو چکا تھا۔

"کیا تم واقعی ابراہیم وجدانی کا کار گو ضائع کروا دو گے ؟"مشکوک اور جانچتی پرکھتی نگاہوں سے اس کے چہرے کو نظروں میں رکھے وہ گویا ہوا تو برہان نے ایک کٹیلی نظر اس پہ ڈالی۔

"تمہیں شک ہے ؟"ایک سرد نظر اس پہ ڈالنے کے بعد وہ واپس فون پہ انگلیاں چلانے لگا۔

www.novelsclubb.com

"اس طرح تم اسے دشمن بنا رہے ہو۔ وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔" سمجھانے کی کوشش کی۔ نصیحت دینے کی تمنا کی۔

"وہ تو پہنچا چکا ہے۔ اب تو نتیجہ بھگتے گا۔" انداز بے لچک تھا۔ اردل نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"اور اس کی بیٹی ؟" تجسس نے سر اٹھایا اور اسی پل برہان نے فون سے نظریں ہٹائیں اور غضبناک انداز میں مقابل کو دیکھا۔

"اس کا ذکر دوبارہ اپنی زبان پہ نہ لانا اردل ! پہلی اور آخری بار کہہ رہا ہوں۔" لہجہ اٹل تھا۔ انداز عاشق کا سا تھا۔ اردل کے لبوں پہ معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔ اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں تمہاری دھمکیوں کی پرواہ کرتا ہوں ؟" کرسی سے ٹیک لگا کر پاؤں جھلاتے اس نے مقابل کی دھمکی کو ہوا میں اڑایا۔

"اس معاملے میں احتیاط کرنا اردل یوسفزئی" برہان نے مزید ایک بار تنبیہہ کی تو اردل نے ہاتھ اٹھا کر سرینڈر کیا۔ برہان واپس فون پہ جھک گیا۔اردل خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ برہان نے اس کے غائب ہو جانے پہ فون چھوڑا۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سر بھی کرسی کے ساتھ ہی ٹکا دیا۔آنکھیں موندیں تو اس کا سنہرا روپ تخیل کا منظر بن گیا۔اس نے بلند آواز میں اس نفس کی مدح سرائی کی۔

**ارے غضب،ارے ستم وہ اک نگاہ سحر فن**
**جھکے اگر تو بت کدہ،اٹھے اگر تو بت شکن**

www.novelsclubb.com

☆☆☆

وہ مسکراتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔آج پورے ایک ماہ بعد انہیں اپنا کمرہ سکون کی آماجگاہ لگا تھا۔یہ حقیقت تھی کہ شہروز بخت نے نازش سے بے پناہ اور بے لوث محبت کی تھی۔ان کے ساتھ کی خاطر ہر وہ شے قبول کی تھی جو انہیں


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نازش کی خوشی دیتی۔ان کی موجودگی محسوس کرتے وہ اپنے بالوں کو جوڑے میں مقید کرتے ان کے قریب آئیں۔ شہروز نے نظر بھر کر انہیں دیکھا۔

"بیگم صاحبہ دن بہ دن مزید نکھرتی جارہی ہیں۔" ان کے صبیح بے داغ چہرے کو توصیفی انداز میں دیکھتے وہ مسرت سے گویا ہوئے۔

"آپ کی محبت کا کمال ہے سارا" انہوں نے سارا کریڈٹ ان کے نام کیا۔ شہروز کے چہرے پہ الوہی چمک در آئی۔ماضی کے دریچے نے ان کی آنکھوں سے عیاں ہونے کی تمنا کی۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟" ان کی سحر زدہ آنکھوں میں چھائی غیر موجودگی بھانپتے انہوں نے تفکر سے استفسار کیا۔

"اپنی پہلی ملاقات یاد کر رہا ہوں۔" ان کی نگاہوں کے پار ایک طلسماتی منظر لہرایا۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

یہ پی ایم اے کے اندرونی احاطے میں بنے رہائشی گھروں میں سے ایک کا منظر تھا۔ جس کے وسیع لان میں پھولوں سے مزید سجاوٹ کی گئی تھی۔درختوں پہ فیری لائٹس لگا کر پرفسوں ماحول بنانے کی تگ ودو کی گئی تھی جو کافی حد تک کامیاب بھی ٹھہری تھی۔ایک حصے میں ڈھیروں سجاوٹ کرر کھی تھی۔باریک ڈوریوں سے غبارے باندھے گئے تھے۔انگریزی حروف میں ہیپی برتھ ڈے لکھا گیا تھا۔ سامنے ایک کیک رکھا تھا جس پہ کئی چھوٹی چھوٹی موم بتیاں لگی ہوئی تھیں۔آدم محمود اور عائشہ اپنی اکلوتی بیٹی کو ہاتھوں میں لیے کھڑے تھے۔چند قریبی لوگ ہی موجود تھے۔زیادہ تر تو آرمی آفیسرز کے ہی مرد و خواتین شامل تھے۔

"کیک کاٹیں "سب مہمانوں کی آمد محسوس کرتے آدم نے عائشہ کے کان میں سرگوشی کی۔

"نازش نہیں آئی ہے ابھی تک "وہ روہانسی ہو کر بولیں۔

"ایک تو آپ کی دوست "وہ نفی میں سر ہلا کر بولے۔

وہ جانتے تھے جب تک عائشہ کی دوست نہیں آجاتی وہ سب مہمان کیک کی نعمت سے محروم ہی رہنے والے تھے۔

"آپ کو پتا تو ہے وہ دور سے آرہی ہے۔" انہوں نے فوری حمایت کی۔

"آپ کو چاہئے تھا انہیں کل ہی بلوا لیتیں۔" وہ ان کے کان کے قریب جھک کر بولے۔ عائشہ کو ان کی بات سے اتفاق تھا۔

"کیا ہوا کب کاٹو گے کیک؟ مجھے تو اس کو دیکھ کر ہی کریونگ ہورہی ہے۔" اتنے حسرت آمیز لہجے سے بولتے ہوئے خاکی جینز کی پینٹ پہ بھوری شرٹ پہنے جوان و پرکشش مرد کا تعارف کیپٹن شہروز بخت کے نام سے ہوتا تھا۔

"ڈاکٹر نازش کا انتظار ہے۔" آدم نے کندھے اچکا کر کہا۔ عائشہ نے بے کسی سے لب کچلے۔ سارے مہمان انہیں تادیبی نگاہوں سے ہی گھور رہے تھے۔ وہ واقعی تاخیر کر رہے تھے۔ شہروز نے کم فہمی سے انہیں دیکھا۔ گویا تعارف سے بھی انداز نہیں ہوا تھا۔

"عائشہ کی دوست ہیں۔" اب کہ آدم نے وضاحت کی۔ انہوں نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

آن کی آن میں عائشہ کو نازش کی کال موصول ہوئی۔ انہوں نے نور کو آدم کے حوالے کیا اور خود عجلت میں فون اٹھایا۔

"تمہیں راستہ بھول گیا؟" وہ صدمے سے بولیں۔

"کیا کروں میں تمہارا نازش" اب کہ چہرے پہ پریشانی چھائی۔ شہروز نے حالات کا اندازہ لگایا پھر اپنی مدد پیش کی۔

"بھابھی مجھے بتائیں میں لے آتا ہوں۔ ورنہ کیک اپنی قسمت پہ روئے گا۔" انہوں نے مدد کی پیش کش کی۔ یہ بھی حقیقت تھی انہیں کافی دیر سے اس کیک کو کھانے کا شدت سے انتظار تھا۔ آخر کو یہ کیک انہوں نے ہی آرڈر دے کر بنوایا تھا۔ فلیور بھی انہی کا پسندیدہ تھا۔ مزید صبر مشکل تھا۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں پلیز وہ مین بلڈنگ کے پاس ہو گی۔ آپ پلیز اسے لے آئیں۔" عائشہ کو شہروز فرشتے سے کم نہ لگا۔ ورنہ آدم کے ماتھے پہ بل پڑ چکے تھے۔ وہ یقیناً اس تاخیر پہ اپنے باقی مہمانوں سے شرمندہ تھے۔

"میں ابھی جاتا ہوں۔"

وہ جیپ کی چابی گھوماتے باہر نکلے۔ ان کا رخ مرکزی عمارت کی جانب تھا۔ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں تھا اور پھر جیپ کی وجہ سے بہت جلد طے بھی ہو گیا۔ مرکزی عمارت کے پاس موجود چند اکا دکا لوگوں نے انہیں سلام کیا۔ آفٹر رول وہ اس وقت کیپٹن کے عہدے پہ تھے۔ ان کی خاصی عزت تھی۔

www.novelsclubb.com

دفعتاً انہیں ایک سبز آنچل دکھائی دیا۔ وہ اس کے قریب پہنچے۔

"آپ ڈاکٹر نازش ہیں؟" مقابل کی پشت دیکھ کر انہوں نے ذرا قریب آ کر پوچھا۔

اپنے پیچھے بھاری مردانہ آواز پہ وہ جو اضطرابی انداز سے کھڑی تھیں ایک دم اچھل پڑیں۔

"آئی ایم سوری۔مجھے لگتا ہے میں نے آپ کو ڈرا۔۔۔" ان کے الفاظ مکمل ہونے سے قبل ہی نازش نے رخ موڑا تھا۔لمحوں کا گزر ہوا اور کیپٹن شہر وز بخت اپنی جگہ منجمند ہو گئے۔الفاظ لبوں میں ہی دب گئے۔

"آپ مجھے کیسے جانتے ہیں؟" اب کی بار وہ بغیر اٹکے بولی تھیں۔غالباً وہ صرف اچانک مخاطب کیے جانے پہ گھبرائی تھیں۔ورنہ ان کے انداز میں نزاکت ناپید تھی۔

"وہ۔۔۔مجھے۔۔نازش بھا۔۔۔" جانے کیسا طلسم سا چھا گیا تھا جس نے ان کے الفاظ ہی چھین لیے۔

"او گاڈ شکر ہے۔ جلدی چلیں۔ ورنہ وہ میرا قتل کر دے گی۔" وہ ان کی دائیں طرف سے گزر کر جانے لگیں تو شہروز نے سر ہلاتے خود کو سابقہ کیفیت سے نکالا۔

"مس نازش ہم جیپ میں جائیں گے۔" وہ قدرے دوستانہ انداز میں گویا ہوئے۔ سابقہ کیفیت پہ کافی حد تک بند باندھ لیا تھا۔

"یہ تو اور بھی اچھا ہو گیا۔ جلدی کریں بس" وہ تیزی سے جیپ پہ سوار ہوئیں تو شہروز نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی نشست پہ بیٹھتے انہوں نے تحائف کو پچھلی سیٹ پہ منتقل کیا۔ اس وقت تک شہروز جیپ سٹارٹ کرتے رہائشی علاقے کی طرف ڈال چکے تھے۔

"عائشہ نے ملازم کب رکھا؟" نازش کی بڑبڑاہٹ دھیمی تھی۔ مگر مقابل شہروز بخت تھے جن کی اچھی سماعت کی دنیا قائل تھی۔

"جی؟" الفاظ مکمل سنائی نہیں دیے تھے یا شاید انہوں نے تردید کی تھی۔

"آپ عائشہ کے گھر کیا کام کرتے ہیں؟" اب کہ نازش نے اپنا رخ ان کی جانب موڑتے نہایت بے تکلفانہ انداز سے پوچھا۔

"ایکسکیوز می؟ آپ کو میں ملازم دکھتا ہوں؟" دھچکا شدید تھا۔ جیپ ایک پل کو ڈگمگائی۔ مگر انہوں نے وقت رہتے سنبھال لی۔

"سوری اگر آپ کو برا لگا۔ پر حق حلال کی کمائی کمانے میں کیا قباحت؟ انسان کو اپنے پیشے پہ فخر کرنا چاہئے۔" وہ مقابل کو ترحم بھری نگاہوں سے دیکھتے سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

"مس مجھے بہت فخر ہے اپنے شعبے پہ۔" اب کہ وہ سلگ کر بولے۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ پھر کیا ہوا جو انسان مالی کا کام کرے۔ اتنا اچھا تو ہوتا ہے گارڈننگ کرنا" وہ بنا تحقیق کیے مقابل کی ہستی کا زعم روندنے کے درپے تھیں۔

"مس آپ بریک پہ پیر رکھیں گیں؟"شہروز نے دانت کچکچا کر کہا۔

"پر وہ تو آپ کی سیٹ کے احاطے میں ہے۔میں کیسے رکھوں؟"معصومیت کی انتہا تھی۔

"یا میرے خدا!"ان کا دل چاہا اپنا سر دیوار میں ماریں۔

"اللہ کو پکارتے رہنا چاہئے۔ویری نائس"وہ ان کے ہر تاثر کو فراموش کیے بس اپنے ہی اندازے لگانے میں ماہر تھیں۔اچانک ان کا دھیان پی ایم اے کے احاطے کی خوبصورتی میں بھٹکا تو وہ خاموشی سے باہر دیکھنے لگیں۔شہروز نے شکر کیا کہ اس نے مزید کوئی الٹ پٹانگ سوال کر کے ان کی عزت کا جنازہ نہیں نکالا۔

رہائشی علاقے میں پہنچتے ہی جیپ سے باہر اترتے ہوئے ان کا سبز آنچل گاڑی کے دروازے کی سائیڈ پہ ہی اٹک گیا تھا جسے شہروز نے بروقت پھٹنے سے بچایا تھا۔

"شکریہ" وہ ممنون انداز میں کہتے پچھلی سیٹ سے اپنا سامان اٹھائے اندر بڑھی۔

شہروز نے تاحد نگاہ انہیں دیکھا۔ پھر جیپ سے اتر کر خود بھی اندر بڑھے۔

"ابھی کیک کاٹتے ہیں۔ بعد میں تمہاری صلواتیں سنوں گی۔" لان میں قدم رکھتے عائشہ کی غصیلی نگاہوں کے جواب میں وہ مدافعانہ انداز میں بولتے اس کے قریب آئی۔ پھر اسے موقع دیے بغیر اس کے گلے لگ گئی۔ "معاف کر دے یار! پکا آئندہ نہیں ہو گا۔ اس بار نشانی چھوڑ کر جاؤں گی تاکہ دوبارہ راستہ نہ بھولوں۔" عائشہ کو بانہوں میں لیے اس نے سارے گلے شکوے دور کیے تو عائشہ نے اس کے گال پہ پیار کیا۔ نازش پہ تو انہیں ہمیشہ ٹوٹ کر پیار آتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"باقی پیار بعد کے لیے بچا لیں۔ پہلے کیک کاٹ لیں۔" آدم نے مسکرا کر مداخلت کی تو نازش جھینپ کر پیچھے ہو گئی۔ عائشہ کی نظران کی طرف مرکوز شہروز پہ گئی تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں آگے بلایا۔

"ارے شہروز بھائی آپ وہاں کیوں کھڑے ہیں۔ ادھر آئیں۔ آپ کا فیورٹ کیک پگھلنے کے قریب ہے۔" عائشہ کے انداز میں بے تکلفی تھی۔ گویا اس شخص سے اچھے مراسم تھے۔ نازش کو کھٹکا لگا۔

"یہ کون ہے؟" وہ نور کو تھام کر کھڑی عائشہ کے کان میں گھسی۔

"آدم کے دوست ہیں۔ حال ہی میں کیپٹن کے عہدے پہ سرفراز ہوئے ہیں تو ان کی دوستی مزید گہری ہو گئی۔" انہوں نے عزت سے تعارف کروایا۔ نازش کا جی چاہا چلوں بھر پانی میں ڈوب مرے۔ اس نے دوبارہ نظر اٹھا کر شہروز کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ نگاہیں جھکا گئی۔ اور یہ لمحہ امر ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

تقریب کے اختتام کے قریب وہ معذرت کرنے کی غرض سے تنہا کھڑے شہروز کے پاس آئی۔

"دیکھیں" سبز آنچل کا پلو سنبھالتے بات کا آغاز کرنے کی کوشش کی۔ دل ڈھیروں ملامت کر رہا تھا۔

"جی دیکھ ہی رہا ہوں۔" مقابل نے شوخی سے کہا۔ مگر نازش کہاں ابھی ان جذبات کو سمجھنے کی متحمل تھیں۔ وہ تو بس ندامت کے زیر اثر تھیں۔ کیا فائدہ میڈیکل کی پڑھائی کا جب بندہ دیکھ کر اس کے بارے میں کچھ بھی ٹھیک سے اخذ نہ کر سکیں۔

"آئی ایم سوری۔ وہ دراصل مجھے زیادہ بولنے کی عادت ہے۔ اور کبھی کبھار بنا سوچ سمجھے بول جاتی ہوں۔ آپ پلیز مائنڈ نہیں کریں۔" اپنی گھنیری پلکوں سی سجی آنکھوں کو جھکائے وہ شرمندگی سے گویا ہوئیں۔ شہروزان جھکی نظروں سے مسحور ہوئے۔

"آپ پہلے مجھے یہ بتائیں میں کس زاویے سے مالی دکھتا ہوں؟" جھکی آنکھوں کو روبرو دیکھنے کی تمنا میں جان بوجھ کر کہا تو توقع کے عین مطابق انہوں نے چہرہ اٹھاتے ان کو دیکھا۔ اچھے خاصے ہینڈسم انسان کو مالی کہتے ہوئے ان کی زبان کیوں نہ کانپی۔

"سوری کہا تو ہے۔" نروٹھے پن سے کہا۔ شہروز تو قربان ہی ہو گئے۔

"قبول کیا۔" دلگیر مسکراہٹ سجائے خوشنما انداز میں کہا تو نازش کی جان میں جان آئی۔ اگر جو یہ انسان اس کی حماقت کا ذکر عائشہ یا آدم بھائی سے کر دیتا تو کیا عزت رہ جاتی؟

"بہت شکریہ آپ نے میری معذرت قبول کی۔" اب کہ وہ بھی ہلکے پھلکے انداز میں بولیں۔ وجود پہ چھائی کثافت چھٹ چکی تھی۔

"میں نے آپ کو ہی قبول کر لیا ہے۔" جملہ قطعی بے ساختہ نہ تھا۔ بلکہ مقابل کے سامنے حال دل بیان کرنے کی جسارت تھی۔

"جی؟" انہوں نے آنکھیں پھاڑے شہروز کو دیکھا۔

"جی کچھ نہیں۔ وہ دیکھیں آپ کی بھانجی رو رہی ہے۔" وہ گھبرا کر موضوع بدل گئے۔ اگر جو اس لڑکی نے انہیں فلرٹ کرنے والا چیپ انسان سمجھ لیا تو کیا عزت رہ جاتی؟

"اففف یہ نور بھی نا۔ بہت تنگ کرتی ہے عائشہ کو۔" وہ خالہ والی ازلی پریشانی لیے بولی۔

"بیٹیاں تنگ کرتی بھی اچھی لگتی ہیں۔"

"پھر تو میری دعا ہے اللہ آپ کو بیٹی دے۔" وہ دعا دیتے نور کی طرف لپکیں۔

"پہلے بیٹی کی ماں تو مل جائے۔" ان کی بربڑاہٹ دھیمی ہوئی۔

وہ دونوں ہی گویا اس لمحے میں مقید ہوئے تھے۔ پلکیں جھپک کر حال میں رسائی پاتے ہی دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ اور پھر ہنسی کا ایک فوارہ تھا جو پھوٹ پڑا۔

www.novelsclubb.com

"مالی شہر وز بخت" نازش نے ان کے پہلے تاثر کو باقاعدہ خطاب کی صورت ادا کیا۔

"ڈاکٹر نازش" جواباً انہوں نے فہمائشی انداز سے پکارا۔

"پہلی نظر کی محبت ہوئی تھی مجھے آپ سے" ان کے چہرے کو محبت و عزت سے دیکھتے انہوں نے کئی بار کیا اقرار دہرایا۔

"اور مجھے شدید غلط فہمی" وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولیں۔

"ماننا پڑا تھا مجھے۔ جس کے سامنے کوئی دو بول بولتے ہوئے بھی محتاط رہتا تھا اسے آپ نے بنا رکے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔" نفی میں سر ہلاتے وہ گویا اس لمحے میں مقید بولے۔

"آپ کو ملازم نہ بھی سمجھتی تو بھی مرعوب ہونے والی نہیں تھی۔" وہ اکڑ کر گویا ہوئیں۔ انداز میں اتراہٹ تھی۔ شہروز کو ان کا یہی بے نیاز روپ ہی تو بھاتا تھا۔

"جانتا ہوں بیگم صاحبہ! آپ سے مرعوب ہونے کے لیے یہ بندہ ناچیز ہی بہت تھا۔" سر کو خم دیتے انہوں نے اپنی شکست قبول کی۔ کس کمبخت کو ایسی ہار سے مستثنیٰ ہونے کا شوق ہو؟

"ہاں اور اسی وجہ سے آپ نے چوتھی ملاقات کے بعد ہی میرے گھر رشتہ بھیج دیا تھا۔"اب کہ انہوں نے آنکھیں دکھائیں۔

"ان چار ملاقاتوں نے جتادیا تھا کہ شہروز بخت اس خاتون کے بغیر تیری بنجارہ روح کو سکون نہیں ملنا۔"اعتراف تھا۔دل سے کیا تھا۔مقابل کے قلب تک سرائیت کر گیا تھا۔

"پھر مل گیا سکون ؟"ان کی آنکھوں میں دیکھتے تفتیشی انداز اپنایا۔حالانکہ جواب جانے بغیر بھی جانتی تھیں۔

"میری سوچ سے زیادہ"انہوں نے بلاتردد اعتراف کیا۔

"میں نے بہت بار آپ کی ناقدری کی۔"وہ ندامت سے سر جھکا کر بولیں۔تو شہروز نے ان کی ٹھوڑی تھام کر چہرہ اوپر کیا۔

"اونہوں۔۔۔آپ وہ عورت ہیں جس کا کہا ہر لفظ میرے لیے تعظیم کا نشان ہے۔ آپ نے آج تک جب بھی مجھے آئینہ دکھایا میں نے کبھی رخ نہیں موڑا۔ کیونکہ جانتا ہوں یہ حق میں نے صرف آپ کو دیا ہے۔اور آپ اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کرتیں۔" ان کا کہا ہر لفظ عقیدت و محبت سے لبریز تھا۔ نازش نے اس کے سینے پہ سر رکھا۔

"کاش وہ سب نہ ہوتا۔" انہوں نے آنکھیں موندے بے کسی سے کہا۔ تو شہروز نے انہیں کندھوں سے تھام کر اپنے روبرو کیا۔

"کیا آپ کو بھی لگتا ہے کہ آدم کی موت کے پیچھے میرا ہاتھ ہے۔ یا میں آلہ کار ہوں؟" لہجے میں خوف شامل ہوا۔ اگر مقابل نے اعتبار نہ سونپا تو برسوں کی ریاضت ضائع جاتی۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میرا شوہر کرپٹ ہو سکتا ہے۔ فراڈ کر سکتا ہے۔ کسی کی ہڈیاں تڑوا سکتا ہے۔ کسی کا نقصان کر سکتا ہے۔ مگر کبھی کسی بے گناہ کی جان نہیں لے سکتا۔" ٹھہر ٹھہر کر جملے ادا کرتے وہ شہروز کو بیک وقت کتنی ہی کیفیات میں مبتلا کر گئیں۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی یہ تعریف ہوئی ہے یا آئینہ داری؟" ان کے انداز میں خفگی تھی۔

"سکے کے دو رخ رکھے ہیں۔ اور دونوں ہی توجہ طلب ہیں۔" انہوں نے اپنی بات پہ مزید زور دیا۔ یہ شہروز کا دیا حوصلہ ہی تھا جو انہوں نے کبھی غلط بات پہ بھی ان کی حمایت نہ کی تھی۔ وہ کڑوا سچ بولتی تھیں اور شہروز اسے قبول کرتے تھے۔

"بیگم صاحبہ آپ کا کہا ہر لفظ حفظ ہوا۔" نازش ان کے انداز پہ مسکرائیں۔ شہروز نے ان کی کسی بات کو رد کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔

"ماما جلدی باہر آئیں۔ میری بھوری شرٹ نہیں مل رہی۔" دفعتاً ان کے بیچ چھائی پر سکون فضا میں ریحا کی زوردار جھنجھلائی آواز پہ دونوں نے ہی نفی میں سر ہلایا۔

"شہروز آپ کی بیٹی نے میری ناک میں دم کیا ہوا ہے۔" انہوں نے باپ سے بیٹی کی شکایت لگائی۔

"میری بیٹی کو کچھ نہ کہا کریں۔" بیٹی کی حمایت میں وہ ہمیشہ پیش پیش ہوتے تھے۔

"نہیں کہتی کرنل صاحب! مگر میں بتا رہی ہوں کہ ریحا کی شادی میری پسند کے لڑکے سے ہی ہو گی۔" دروازے کی طرف بڑھتے انہوں نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"میں نے بھی آپ سے کسی کو ملوانا تھا۔" پاکستانی سفیر کا چہرہ ان کی نگاہوں کے پار لہرایا۔

"مگر شادی میری پسند کے لڑکے سے" انگشت شہادت اٹھا کر باور کروایا۔

"اوکے سرینڈر" انہوں نے بیوی کی فرمائش پہ ہاتھ کھڑے کر دیے۔ وہ مسکراتی ہوئیں کمرے سے باہر چلی گئیں۔

شہروز نے گہری سانس فضا کے سپرد کی۔

"کاش میں تمہیں بچا سکتا آدم!" پچھتاوے کا زہر رگوں میں اُمڈ آیا تھا۔ بعض اوقات آپ چاہ کر بھی کچھ کرنے کے اہل نہیں ہوتے۔ اس معاملے میں وہ بھی بے بس تھے۔

☆☆☆

حدید کے آفس کے باہر ایک شاندار سیاہ بی ایم ڈبلیو آ کر رکی۔ اندر سے نکلتے وجود کو دیکھ وہاں سے گزرتے لوگوں نے داد دیتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اسے اچھا لگتا تھا لوگوں کا اس کو دیکھ کر مسحور ہونا، تھم جانا، شانت ہو جانا۔ ہلکی سی مسکراہٹ سجائے وہ اندر چلا آیا۔ چال میں ایسی اتراہٹ تھی جو کسی بھی امیر کبیر خاندان سے تعلق رکھنے کے ساتھ کسی ملک کے بڑے سیاسی عہدے پہ فائز ہونے کے باعث خود بخود عود آتی تھی۔ رعونت، تمکنت اور شاہانہ پن برہان کمال کی ذات کا خاصا تھا۔ وہ منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا تھا۔ بچپن سے آج تک سب کو اپنے تابع چلاتا آیا تھا۔

www.novelsclubb.com



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اپنے سامنے کھڑے ورکر کو جھاڑتے ہوئے سوزین کی پیشانی پہ کثیر تعداد میں بل تھے۔

"باس کو تم نے ٹھنڈی ایسپریسو دی تھی؟" وہ کڑے تیور لیے تفتیش کر رہی تھی۔ انداز ایسا تھا کہ مقابل کے اقرار پہ اس کا سر پھاڑ ڈالے گی۔

"وہ۔۔۔ وہ مجھے سمجھ نہیں آیا۔ پتا نہیں کیسے ہو گیا۔" دو دن قبل آیا ہوا وہ ملازم اپنی غلطی پہ نادم و پشیمان تھا۔

"یا خدا! تم میرے ہاتھوں مر جاؤ گے۔" وہ اپنے ہاتھوں کو بمشکل اس کی گردن تک لے کر جانے سے روکتے ہوئے ضبط کرتے بولی۔

"سو۔۔۔ سوری" وہ بیچارا تو مزید خوفزدہ ہو گیا۔ پہلے باس کے بارے میں عجیب و غریب افواہیں سن رکھی تھیں مزید اس باس کی سیکرٹری بھی خاصی خوفناک تھی۔ اس کا تو حلق ہی خشک ہو گیا۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم نے باس کا موڈ خراب کر دیا ہے۔اب پورا دن وہ آتش فشاں بن کر گھومیں گے۔اور جانتے ہو سب سے زیادہ شامت کس کی آئے گی۔" وہ سوالیہ ہوئی۔غصے میں سرزنش کرتے ہوئے بھی وہ افسردہ تھی۔

"میری۔تم نے میرا پورا دن خراب کر دیا۔" مقابل کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے سوزین کا حلق تک کڑوا ہو چکا تھا۔اسے ابھی تک وہ دن نہیں بھولا تھا جب اس نے غلطی سے حدید کو ٹھنڈی ایسپریسو دے دی تھی اور پھر پورا دن اس کا خمیازہ بھگتا تھا۔اس نے کھڑی ٹانگ پہ اس سے پورے ہفتے کا کام ایک دن میں لیا تھا۔وہ جانتی تھی کہ ایسپریسو کے معاملے میں اس کا باس نہایت ہی پوزیسو معلوم ہوا تھا۔اس کا دل کیا یا تو سامنے والے کا سر پھوڑ دے یا اپنا سر دیوار میں دے مارے۔غلطی تو اسی سے ہوئی تھی کہ اس نے نئے ورکر کو باس کی محبوبہ کی نزاکتیں ملحوظ نہیں کروائی تھیں۔

"ایکسکیوز می" کافی دیر سے خبط الحواسی کا شکار اس لڑکی کے خوفزدہ تاثرات سے محظوظ ہونے کے بعد بالآخر اس نے اپنی آمد ظاہر کر دی۔ سوزین نے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں طلسم خیز شخصیت کے مالک کو دیکھ کر سوزین کے ماتھے پہ پڑے بل ختم ہوئے۔ وہ تھا ہی ایسا۔ اسے دیکھ کر لوگوں کے اندر سکوت چھا جاتا تھا۔

"یہ حدید کا ہی آفس ہے؟" سب جانتے بوجھتے اس نے لاعلمی سے استفسار کیا جس پہ بے ساختہ سوزین کی گردن مثبت انداز میں ہلی۔

"وہ خود موجود ہے؟" سوزین کا سر پھر مثبت انداز میں ہلا۔ وہ تو گویا کسی جادوئی سحر کا شکار ہو گئی تھی۔

"کہاں ہے اس کا کمرہ؟" سوزین نے انگلی کے اشارے سے آفس کی طرف اشارہ کیا۔ برہان کے لبوں کو دلفریب مسکراہٹ نے چھوا۔

"میں جارہا ہوں۔اس سے تمہاری سفارش کردوں گا۔آخر کو رشتہ دار ہے میرا۔ بھرم رکھ لے گا۔"سوزین کے مختل حواس دیکھ اس نے امید کا سر اٹھاتے حدید کے کمرے کا رخ کیا۔اس کے ہٹنے پہ وہ گویا حواسوں میں لوٹی۔

"میڈم آپ نے سر سے پوچھے بغیر انہیں اندر کیسے جانے دے دیا؟"وہ نیا ملازم گویا اس کے اتنا محو ہو کر نووارد کو دیکھنے پہ کچھ جھینپا سا ہوا تھا۔

"تم نے سنا نہیں انہوں نے کہا وہ باس کے رشتہ دار ہیں۔اب جاؤ اپنا کام کرو۔" ڈپٹ کر کہتے وہ اپنے کیبن کی طرف بڑھی۔پھر اچانک اپنے الفاظ پہ غور کیا۔

"رشتہ دار؟ باس کے رشتہ دار؟"اس کا سر چکرا گیا۔ماضی کا جملہ سماعت میں گونجا۔

**("یہ میں نے اپنے رشتہ داروں کے لیے ہی رکھے ہیں۔ورنہ باخدا کسی کا مجھے قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔")**


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کے حواس سلب ہوئے۔اب باس نے اس کی پکی چھٹی کروانی تھی۔

"اب یہ اس منحوس افان کے بعد کون آگیا؟اس بار باس نے مجھے زندہ نہیں چھوڑنا۔"وہ تیزی سے حدید کے کمرے کی طرف لپکی۔اس بار تاخیر کا نتیجہ اس کی نوکری کے لیے زہر ثابت ہو سکتا تھا۔

☆☆☆

وہ چہل قدمی کرتے ہوئے ایک یونیورسٹی کے احاطے میں داخل ہوا۔وہاں کنٹین میں رکھے ٹیبلز میں سے ایک کے پاس بڑھا۔ایک کرسی گھسیٹی اور براجمان ہو گیا۔ اس کی نگاہیں طائرانہ انداز میں ہر شے کا جائزہ لینے میں مگن تھیں۔کئی لڑکیاں بے باک لباس پہنے ساتھ بیٹھے لڑکوں سے گفتگو میں مصروف تھیں۔کسی کرسی پہ کوئی لڑکا انہماک سے کتاب میں سر دیے بیٹھا تھا۔کچھ دیر بعد کافی کا گھونٹ بھرتا پھر واپس کتاب کے صفحات میں غوطہ زن ہو جاتا۔ایک میز کے پاس دو سے تین لڑکیاں کھڑی کرسی پہ بیٹھی لڑکی کو قائل کر رہی تھیں۔غالباًوہ اسے کہیں لے کر


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جانے کی خواہشمند تھیں۔اسے اکتاہٹ سی ہوئی۔ مطلوبہ شخصیت کی آمد فلحال ناپید تھی۔ عین اسی وقت اس کے فون پہ بیپ ہوئی۔اس نے کال یس کرتے فون کو کان سے لگایا۔

"یس ڈیڈ" دوسری جانب سے کچھ ہدایات دی گئیں جسے سنتے اس کے لب معنی خیز مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"میں نے انہیں شیشے میں اتار لیا ہے۔بہت جلد وہ خود میرے ساتھ اپنی بیٹی کا رشتہ جوڑیں گے۔"اس کے انداز میں ٹھہراو تھا۔ نظر سامنے سے آتے تین سے چار طلباء کے گروپ میں موجود اس لڑکی پہ پھسلی جو اپنی ناک پہ چشمہ درست کرتی ساتھ والی لڑکی سے ہنس کر بات کر رہی تھی۔اس نے دیکھا اس لڑکی کے گال پہ ڈمپل پڑا تھا۔

"کیوٹ" دھیمی سی سرگوشی تھی جو مقابل تک رسائی حاصل نہ کر سکی۔فون کی دوسری جانب موجود شخص نے اسے کڑی تنبیہہ کی جس کے جواب میں وہ پر اعتماد

سا گویا ہوا۔

"آپ فکر ہی مت کریں۔ان کی بیٹی مجھے انکار نہیں کر پائے گی۔" ایک گہری عقابی نگاہ سامنے والی میز کی کرسی دھکیل کر بیٹھتی ریجا پہ گئی تو آنکھوں میں چمک اتر آئی۔

لب خود بخود شرارتی مسکان میں ڈھلے۔

اس نے فون بند کیا۔اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔اب اسے اس لڑکی کو متاثر کرنا تھا۔پھر چاہے کوئی بھی حربہ آزمانا پڑے۔کوئی مطلب کوئی بھی

وہ کان کی لو کو مسلتے اٹھ کھڑا ہوا۔ منصوبے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

اس نے ایک مکمل نظر کمرے کے باہر موجود تختی پہ ڈالی۔

"سی ای او حدید عالم"



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کے لب اوہ کی طرح سکڑے۔آنکھوں میں استہزاءاور لبوں پہ شیطانی مسکراہٹ در آئی۔اس نے ہلکا سا ناک کرتے اجازت موصول ہونے سے قبل دروازہ کھولا۔

"یہ ٹھنڈی ایسپریسو پھینک کر گرم بجھواو۔اور کم از کم آج کے دن مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔"لیپ ٹاپ پہ جھکے مقابل کو سوزین سمجھتے اس نے حکم وارد کیا۔

"چچ۔۔۔چچچ۔۔۔ٹھنڈی ایسپریسو ملنے پہ اتنا خراب موڈ"مردانہ ٹھہری ہوئی آواز پہ حدید نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔اور برہان کمال کو یہاں پا کر وہ بے اختیار ہی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔اس کی سرمئی آنکھوں نے محظوظ ہو کر اس رد عمل کو دیکھا۔

"خلاف توقع کافی اچھا استقبال کیا ہے تم نے اپنے سسرال سے آئے شخص کا۔"مقابل سر پہ لٹکتی ہوئی ننگی تلوار تھا۔یہ بات حدید کے ذہن سے کیسے محو ہو گئی۔اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی سوزین وارد ہوئی۔اس کے چہرے پہ ہوائیاں چھائی ہوئیں تھیں۔رنگت اڑ کر زرد ہو چکی تھی۔سانس اعتدال پہ نہ تھا۔

"باس۔۔۔ باس غلطی ہو گئی۔آپ میرے ساتھ آئیں۔"ندامت کے زیر اثر حدید سے معذرت کرتے اس نے براہ راست برہان کو مخاطب کیا۔

"جاو یہاں سے"حدید نے سوزین کو جانے کا حکم نامہ تھمایا۔وہ جز بز ہو گئی۔

"رکو لڑکی"برہان کی آواز پہ دونوں نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"اپنے باس کے لیے گرم ایسپریسو اور میرے لیے ٹھنڈا لیچی جوس بھجواو۔"اسے حکم دے کر اس نے سوزین کے منہ پہ دروازہ بند کر دیا۔اچانک دروازہ بند ہونے پہ سوزین کے حلق سے ہلکی سی چیخ بر آمد ہوئی۔

"جیسے باس ہیں ویسے ہی ان کے رشتہ دار۔"جھرجھری لیتے وہ اس رشتہ دار کے حکم کی تعمیل میں آفس کچن کی طرف بڑھی۔

"اب یہ لیچی کہاں سے لاؤں میں ؟"اس نے سر تھام لیا۔

کمرے میں دیکھا جائے تو ماحول میں عجیب سا تناو چھایا محسوس ہو رہا تھا۔ حدید ہنوز کرسی کے ساتھ کھڑا تھا۔ لیکن برہان شاہانہ انداز میں چلتے مقابل رکھی کرسی پہ براجمان ہو چکا تھا۔

"بیٹھ جاو۔ کیا میرے اعزاز استقبالیہ میں کھڑے ہی رہو گے۔" اسے سکتے کی حالت میں دیکھتے وہ حظ اٹھاتے بولا۔ تو حدید کی پیشانی پہ بل پڑے۔ وہ میز پہ اس کے قریب جھکا۔

"تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟" انداز میں سرد مہری تھی۔ زید کی بتائی باتوں کے بعد وہ اس شخص کو یہاں بٹھانے اور اس کی خاطر تواضع کرنے کی بھول غلطی سے بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"آداب میز بانی بالکل ناپید ہیں تم میں۔" اس کی کسی بات کو خاطر میں نہ لاتے برہان نے طنز کیا۔ حدید کرسی پہ بیٹھا۔ اپنی شرٹ کی آستین اوپر چڑھائی۔ پھر ہائی

نیک کا گلا درست کیا۔ کہنیاں میز پہ ٹکائیں۔ قدرے آگے کو جھکا۔ اپنی سرد سیاہ آنکھیں اس کی گہری سرمئی آنکھوں میں گاڑھیں۔ پھر سوال کیا۔

"یہاں کیوں آئے ہو؟" انداز بے لچک تھا۔ اسکی آمد ہر گز خوش آئند نہ تھی۔

"سونا سے گہرا تعلق ہے میرا۔ اسی نسبت سے آیا ہوں۔" کیا ہی جواز تھا۔ حدید نے مٹھیاں بھینچیں۔ برہان محظوظ ہوا۔ اسے لوگوں کو تپانے میں شدید لطف آتا تھا۔

"اسے اس کے نام سے پکارا کرو۔ دنیا اسے نور کہتی ہے تم بھی یہی کہا کرو۔ آئندہ سونا مت کہنا۔" لہجہ اٹل تھا۔ انداز میں ڈھیروں حسد تھا۔ رقابت کی دھیمی سی بو بھی شامل تھی۔ اس کا سلگتا روپ دیکھ برہان کو کمینی سے خوشی ہوئی۔

"اگر یہی سوال میں تم سے کروں۔ دنیا اسے نور بلاتی ہے تو تم زخرف کیوں پکارتے ہو؟" اب کہ اس نے بھی تاک کر وار کیا۔

"بیوی ہے وہ میری۔ جس مرضی نام سے پکاروں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔" انداز باور کرواتا تھا۔ لہجہ خود بخود ہی فخر سے لبریز ہوا۔ زخرف نور کے شوہر ہونے کا اعزاز حدید عالم کے لیے قابل توصیف تھا۔

"او کم آن۔ جیسے میں جانتا نہیں اس کاغذی رشتے کو۔" برہان نے بڑی سہولت سے حدید کے سکون کو غارت کیا۔

"کونسا کاغذی رشتہ؟" وہ واقعتاً جھٹکا کھا گیا۔

"سونا مجھ پہ سب سے زیادہ بھروسہ کرتی ہے۔ وہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاتی۔ تمہیں لگتا ہے اس نے میرے علم میں لائے بغیر تم سے یہ جعلی شادی رچائی ہے؟ او گاڈ کتنے معصوم بلکہ بیوقوف ہو تم" انداز حظ اٹھاتا تھا۔ مصنوعی افسردگی بھی شامل اجزا تھی۔ آفس کے ماحول میں مزید کثافت اور گھٹن چھا گئی۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مائنڈ یور لینگوئج" حدید عالم طیش میں آیا۔ جانے یہ زخرف کے برہان پہ اندھا اعتماد پہ عود آیا تھا یا خود کو بیوقوف کہلوائے جانے کے سبب۔ جو بھی تھا اس کی عزت نفس مجروح ہوئی تھی۔

" کہو تو جرمن میں کہوں۔ اگر اردو میں بات پسند نہیں آئی؟" شیطانی مسکراہٹ سے سجے چہرے پہ بلا کا ٹھہراؤ تھا۔

"نہ ہمارا رشتہ نقلی ہے۔۔۔" اس سے قبل وہ مزید کچھ کہتا کہ دروازہ کھلتے ہی کنزہ کی مدھر آواز سارے میں پھیلی۔ حدید نے اسے دروازے میں ایستادہ دیکھا تو خود پہ ضبط کیا۔ یہ لڑکی کتنے غلط وقت پہ آئی تھی۔ وہیں برہان نے اس آواز کو سنتے خود میں تراوٹ اترتی محسوس کی۔ اگلے ہی پل وہ اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جب رخ نو وارد کی طرف موڑا تو سرمئی آنکھوں میں الوہی چمک در آئی۔ سامنے ہی وہ ہلکے گلابی رنگ کے سکرٹ پہ سفید ٹاپ پہنے کھڑی تھی۔ اس کے بال اس بار بھی کھلے ہوئے تھے۔ غالباً اسے بال باندھنا پسند نہیں تھا۔ ٹاپ پہ موجود وہ چھوٹا سا


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کارڈیگن اس پہ اس قدر جچ رہا تھا کہ برہان کی آنکھوں میں ستائش ابھری۔ حدید نے اس کے ہر تاثر کو غور سے دیکھا۔ کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے جاگا۔

"مس کنزہ! کتنے بہترین وقت پہ آئی ہیں آپ" اس نے مقابل کو بڑے بے تکلفانہ انداز میں یوں مخاطب کیا کہ ایک پل کو تو کنزہ بھی گڑبڑا گئی۔ اس کی بھوری آنکھوں میں خفگی در آئی۔ وہ اس شخص کو دوبارہ کبھی بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اور اتنی جلدی ملاقات؟ آہ!

"تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو؟" حدید نے کسی خطرے کے ماتحت استفسار کیا۔

"نہیں"

"ہاں"


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جہاں کنزہ نے انکار کیا وہیں برہان نے بڑی سہولت سے اقرار کیا۔ کنزہ نے لب بھینچے اس سرمئی آنکھوں والے کو دیکھا جو بڑی پرشوق نگاہوں سے اسے ہی نظروں کے حصار میں لیے کھڑا تھا۔ اس نے فوراً نگاہیں ہٹائیں اور حدید کو دیکھا جو کرسی سے اٹھ کر ان کے قریب آیا تھا۔

"حدید میں۔۔۔۔" وہ صفائی دینا چاہتی تھی۔ کیوں؟ کیونکہ وہ اسے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونے دے سکتی تھی۔

"کنزہ پلیز دوسرے کمرے میں انتظار کرو۔ میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔" حدید نے نرمی سے کہا تو وہ برہان پہ ایک نگاہ غلط بھی ڈالے بغیر خاموشی سے پلٹ گئی۔

"انہیں کیوں زحمت دی۔ میں جا ہی رہا تھا۔" کنزہ کو غائب ہوتے دیکھ برہان کا خوشگوار موڈ خراب ہو چکا تھا۔ حدید اس کے روبرو آیا۔

"آج یہاں پہ کھڑے ہو کر میں تمہیں پہلی اور آخری بار وارننگ دے رہا ہوں۔ کنزہ سے دور رہنا۔" انگشت شہادت اٹھاتے اس نے سخت گیر لہجے میں کہا۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں تو ڈر گیا۔ دیکھو میرے تو ہاتھ کانپ رہے ہیں۔" مصنوعی خوف آشکار کرتے وہ آخر میں مسکرایا۔ واللہ! کیا مسکراہٹ تھی۔

"چلو دھمکی دے رہے ہو تو میرے اندازے بھی سن لو۔" اس نے ایک قدم حدید کی طرف بڑھایا۔ گردن مسلی۔ مسکرایا۔ پھر لب وا کیے۔

"سونا بہت جلد تم سے نجات حاصل کرنے والی ہے۔ اور یقین جانو مجھے ایک طلاق یافتہ لڑکی سے شادی کرنے پہ کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" الفاظ نہیں تھے صور تھا۔ موت کی آمد کا تذکرہ تھا۔ حدید عالم کا ضبط جواب دے گیا۔ اس نے طیش میں برہان کا گریبان تھاما۔ اور ایک زوردار مکہ اس کے حسین چہرے پہ جڑ دیا۔ مقابل کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ طنز کی آمیزش شامل ہوئی۔ اس نے منہ میں گھلتا خون تھوکا۔ پھر ایک قدم مزید حدید کی جانب بڑھایا۔

"کول ڈاون یار!" ہاتھ سے اشارہ کرتے اس نے تشفی کروانی چاہی۔ مگر پھر ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر برہان نے اس کے چہرے پہ وار کیا۔ وار اتنا شدید اور اچانک


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا کہ حدید کے قدم لڑکھڑائے۔ چہرہ زخمی ہو گیا لیکن برہان کے الفاظ کانوں میں سائیں سائیں کرنے لگے۔ وہ اسے چھوڑ دے گی؟ وہ اس سے طلاق لے گی؟ وہ اسے مار کیوں نہیں دیتی؟

حدید عالم شکست کے احساس سے آشنا ہو رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں کے کنارے سے خون بہہ رہا تھا۔ منہ میں بھی خون کا ذائقہ گھل چکا تھا۔ مگر ہر تکلیف، ہر اذیت پس منظر میں چلی گئی تھی۔ اس کی شکست خوردہ کیفیت کو محظوظ کن نظروں سے دیکھتے برہان نے اپنی ناک پہ لگے اس کی انگوٹھی کے زخم کو سہلایا۔ پھر اس کے چہرے کو تھپکا۔ وہ ہوش میں آتے پیچھے ہٹا۔ مگر دوبارہ اس پہ ہاتھ نہ اٹھا سکا۔ برہان خاصا مسرور ہوا۔

"وہ کیا ہے نا مجھے دھمکیاں اپیل نہیں کرتیں۔ میں کرنے پہ یقین رکھتا ہوں۔"

برہان کمال اپنا انداز بتاتے باہر چلا گیا۔ پیچھے آفس کی ہر شے نے اپنے مالک کی

دلگرفتہ حالت دیکھی۔ وہ اسے کتنے وثوق سے کہہ کر گیا تھا کہ وہ اس سے طلاق لے لے گی۔

"میری موت پہ ہی تمہیں مجھ سے نجات ملے گی۔ اپنے جیتے جی میں تم سے دستبردار نہیں ہوں گا۔" تخیل میں زخرف سے مخاطب ہوتے اس نے عزم باندھا۔ وہ اپنی بیوی کو کسی قیمت پہ نہیں چھوڑے گا۔ پھر چاہے وہ موت کی صورت ہی کیوں نہ ہو۔

موت اس کی؟ موت رقیب کی؟

موت بے کس کی؟ موت قاتل کی؟

موت معصومیت کی؟ موت شیطانیت کی؟

☆☆☆

جاری ہے